مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

Web Site
www.Muhaddis.net

ملّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

محدث

مئی ۲۰۰۲ء

- ریفرنڈم قومی اور دینی حلقوں کی نظر میں !
- ولی اللّٰہی سلسلہ کے مدارس وجامعات
- 'اسلام اور گلوبلائزیشن' پر رابطہ عالم اسلامی کی کانفرنس

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL PAKISTAN

مجلس التحقیق الاسلامی

اہم اعلان

معزز قارئین کرام! کتاب وسنت ڈاٹ کام پر آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ کے لیے مہیا کیے جانے والے تمام یونی کوڈ رسائل وجرائد چونکہ سوفٹ ویئر کی مدد سے ان پیج سے یونی کوڈ میں تبدیل کیے جاتے ہیں لہذا ان میں اغلاط کا امکان بہرحال موجود ہے۔ یونی کوڈ فارمیٹ میں مہیا کرنے کا بنیادی مقصد سرچنگ میں سہولت پیدا کرنا ہے۔ لہذا آپ سے التماس ہے کہ برائے مہربانی غلطیوں سے محفوظ مواد کے حصول کے لیے پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں موجود فائلز کو ڈاؤن لوڈ کیجیے۔ نیز نوٹ فرمالیں کہ پی ڈی ایف (PDF) اور (Word) فائلز میں کسی بھی قسم کے اختلاف کی صورت میں ہمارے نزدیک (PDF) فائلز کو ترجیح ہوگی۔

گھر بیٹھے محدث وصول کیجئے

معزز قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں:

فی شمارہ: 20 روپے　　زرسالانہ: 200 روپے　　بیرون ملک: 20 ڈالر سالانہ

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر کے لیے گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں

ایڈریس: ماہنامہ محدث 99 جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700

فون نمبرز: 042-5866476,5866396,0321-4340803

نوٹ: برائے مہربانی ویب سائٹ کے ذریعے محدث آرڈر کرنے والے احباب ویب سائٹ کا حوالہ ضرور لکھیں۔ شکریہ

مزید تفصیلات کے لیے webmaster@KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.Mohaddis.com

ملّت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ

محدّث

لاہور

حافظ عبدالرحمٰن مدنی
مدیر اعلیٰ

حافظ حسن مدنی
مدیر

جلد ۳۴ / شمارہ ۵
ربیع الأول ۱۴۲۳ھ
مئی ۲۰۰۲ء

زرسالانہ ۲۰۰/روپے
فی شمارہ ۲۰/روپے

بیرونِ ممالک
زرسالانہ ۲۰/ڈالر
فی شمارہ ۲/ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
Ph: 5866476, 5866396, 583940
Email: hhasan@wol.net.pk

فہرست مضامین

فکر و نظر

ریفرنڈم ..... قومی اور دینی حلقوں کی نظر میں! — اداریہ — ۲

سیرت و سنت

نبوّتِ محمدیہ کے دلائل و براہین — شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ — ۱۳

تحریک اہلحدیث

ولی اللّٰہی سلسلہ کے مدارس و جامعات — عبدالرشید عراقی — ۱۹

قانون و سیاست

آئین پاکستان اور ریفرنڈم — ڈاکٹر ظفر علی راجا — ۴۴

رپورتاژ

'اسلام اور گلوبلائزیشن' پر رابطہ عالم اسلامی کی کانفرنس — ڈاکٹر صہیب حسن — ۵۳

یادِ رفتگاں

پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقبؒ کی المناک شہادت — محمد اسلم صدیق — ۶۲

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

Publisher: Hafiz Abdul Rahman Mada
Printer: Shirkat Printing Press, Lahore

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

ریفرنڈم قومی اور دینی حلقوں کی نظر میں!

صدرِ پاکستان جنرل پرویز مشرف نے بالآخر مزید پانچ سال کے اقتدار کے لیے ۳۰/اپریل ۲۰۰۲ء کو ریفرنڈم کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ریفرنڈم ہی قومی ذرائع ابلاغ کا اہم ترین موضوع بنا ہوا ہے۔ جنرل پرویز مشرف عوامی حمایت کے حصول کے لیے ۹/اپریل سے لاہور میں ایک 'عوامی' جلسے سے اپنی ریفرنڈم مہم کا آغاز کر چکے ہیں۔ اب تک وہ گوجرانوالہ، بنوں، ٹھٹھہ، ملتان اور دیگر مقامات پر جوشِ خطابت کے مظاہرے کر چکے ہیں۔ ریفرنڈم کی مخالفت اور حمایت میں بھی خوب بازار گرم ہے۔ اے آر ڈی نے جناب مشرف کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ۲۷/اپریل کو مینارِ پاکستان پر جوابی جلسہ کا اعلان کر دیا ہے۔ قومی امور اور حکومتی پالیسیوں کے بارے میں عوامی رائے جاننے کے لیے ریفرنڈم کا انعقاد جدید دور کی جمہوری روایات سے متصادم نہیں ہے، مگر درج ذیل وجوہات اور دلائل کی بنیاد پر موجودہ حکومت کی طرف سے ریفرنڈم کے انعقاد کی حمایت نہیں کی جاسکتی:

(۱) دورِ حاضر کی جمہوری ریاستوں کی تاریخ شاہد ہے کہ ریفرنڈم ہمیشہ کسی قومی مسئلے کے متعلق حکومتی پالیسیوں کی عوامی حمایت جاننے کے لیے منعقد کرائے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ریفرنڈم کا خیال تھامس جیفرسن نے پیش کیا تھا جو امریکہ کی آزادی کی تحریک میں صفِ اوّل کے رہنما اور بعد میں امریکہ کے دوسرے صدر بھی منتخب ہوئے۔ انہوں نے اس وقت کی برطانوی شہنشاہیت کو امریکہ کو آزادی دینے کے متعلق امریکی عوام سے ریفرنڈم کرانے کا تصور پیش کیا تھا۔ یورپ کے دیگر ممالک بالخصوص سوئٹزرلینڈ میں بارہا ریفرنڈم کرایا جاچکا ہے۔

۱۹۶۸ء میں فرانس کے صدر ڈیگال کو جس ریفرنڈم کے متعلق شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، اس کا تعلق بھی صدارتی انتخاب سے نہیں تھا۔ اس ریفرنڈم میں بھی انہوں نے الجزائر کو آزادی دینے یا نہ دینے کے متعلق عوام کی رائے طلب کی تھی۔ وہ بذاتِ خود الجزائر کو آزادی دینے کے حق میں تھے مگر فرانسیسی عوام اس پنجہ استبداد کو ڈھیلا کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ صدر ڈیگال نے ریفرنڈم میں شکست ہونے پر خود ہی حکومت سے استعفیٰ دے دیا، اگرچہ آئینی ماہرین نے یہ رائے دی تھی کہ وہ بطورِ صدر اپنا عہدہ برقرار رکھ سکتے ہیں۔

برصغیر کی تقسیم کے وقت صوبہ سرحد اور مشرقی بنگال کے اضلاع سلہٹ میں ریفرنڈم کرایا گیا تھا۔ ایوب خان نے انتخابی کالج کے ذریعے اپنے آپ کو جس انداز سے صدر منتخب کرایا تھا، اسے تکنیکی طور پر ریفرنڈم قرار دینا متنازع فیہ امر ہے۔ صدر ضیاء الحق مرحوم نے ۱۹/فروری ۱۹۸۴ء کو جو ریفرنڈم کرایا تھا،

www.KitaboSunnat.com

اس میں بھی بنیادی سوال یہی تھا کہ کیا عوام صدر ضیاء الحق کی 'اسلامائزیشن' کی پالیسی کو پسند کرتے ہیں یا نہیں؟ اس میں فتح کے بعد ان کا اپنے آپ کو مزید پانچ سال کے لیے صدر منتخب سمجھ لینا محض اس ریفرنڈم کا خود ساختہ نتیجہ تھا۔ یورپ اور امریکہ کی پوری تاریخ میں ایک بھی مثال نہیں ملتی جس میں کسی صدر نے اپنے عہدہ کی میعاد بڑھانے کے لیے ریفرنڈم کا سہارا لیا ہو۔

(۲) ۱۹۷۳ء کے آئین پاکستان میں صدارتی انتخاب کے لیے ایک واضح طریقہ کار موجود ہے۔ آئین کے آرٹیکل ۴۱ (۳) کی رو سے صدر کا انتخاب ملک کی چاروں صوبائی اسمبلیوں کے ارکان اور سینٹ کے مشترکہ ووٹوں کی اکثریت کی بنیاد پر ہی ہوسکتا ہے۔

ریفرنڈم کا طریقہ آرٹیکل ۴۸ (۶) میں درج ذیل الفاظ میں ملتا ہے:

''اگر کسی بھی وقت صدر، اپنی صوابدید کے تحت یا وزیراعظم پاکستان کی ہدایت پر یہ مناسب سمجھتا ہے کہ قومی اہمیت کے کسی مسئلہ پر ریفرنڈم کرایا جائے تو صدر اس مسئلے کو ایک سوال کی صورت میں، جس کا جواب 'ہاں' یا 'نہیں' میں ہی دیا جاسکتا ہو، ریفرنڈم کے حوالہ کرسکتا ہے۔''

آئین کے آرٹیکل ۴۸ کی ذیلی شق نمبر ۶ واحد شق ہے جس میں ریفرنڈم کا ذکر ملتا ہے۔ یہاں یہ نشان دہی بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ اس شق کو بھی سابق وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اپریل ۱۹۷۷ء میں اس وقت آئین میں ساتویں ترمیم کے ذریعے متعارف کرایا تھا جب وہ ۱۹۷۷ء کا الیکشن جیت چکے تھے مگر حزبِ اختلاف اس انتخاب کے نتائج تسلیم کرنے کو تیار نہ تھی۔ قومی اتحاد نے زبردست احتجاجی تحریک شروع کر رکھی تھی، اس وقت کے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے بھٹو صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ آئین میں ترمیم کے ذریعے ریفرنڈم کرادیا جائے تاکہ حزبِ اختلاف کی طرف سے دوبارہ انتخاب کے مطالبہ کی تکمیل سے آئینی طور پر بچا جاسکے۔

اب ذرا غور کیجئے، آرٹیکل ۴۸ (۶) میں صدارتی انتخاب یا صدر کی تعیناتی یا صدارتی عہدہ پر مزید مدت کے لیے برقرار رہنے کا اشارتاً بھی ذکر نہیں ملتا۔ ایک نکتہ اور بھی غور طلب ہے، وہ یہ ہے کہ ریفرنڈم کرانے کے لیے آئینی طور پر ایک جائز صدر کا پہلے سے موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ آئین کی رو سے ایک پہلے سے موجود صدر ہی کسی قومی مسئلے پر ریفرنڈم کراسکتا ہے، یہ نہیں کہ ایک پی سی او یا آئین سے ماورا کسی اور طریقہ سے منصبِ صدارت پر فائز ایک شخص پہلے تو ریفرنڈم کے ذریعے اپنی آئینی حیثیت کو جواز عطا کر دے اور بعد میں بزعم خویش ایک آئینی صدر کی حیثیت سے اسی آرٹیکل کی رو سے اپنے صوابدیدی اختیارات استعمال کرتے ہوئے کسی قومی مسئلہ پر ریفرنڈم کرانے کا اہتمام بھی کرے۔ ان دلائل کی بنیاد پر جنرل پرویز مشرف کی جانب سے ۳۰/اپریل کو ریفرنڈم کرانے کا اعلان آئین کی مذکورہ شق سے واضح انحراف بلکہ آئین سے ماورا اِقدام ہے۔ اگر وہ مزید پانچ سال کے لیے عہدۂ صدارت پر فائز رہنا چاہتے ہیں تو انہیں آئین کے آرٹیکل ۴۱ میں مذکورہ طریقہ کار کو اختیار کرنا چاہیے۔

www.KitaboSunnat.com

(۳) جنرل پرویز مشرف اپنی پریس کانفرنسوں اور عوامی جلسوں میں بارہا یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ ریفرنڈم کا اعلان انہوں نے آئینی ماہرین سے مشورے کے بعد ہی کیا ہے۔ مگر یہ آئینی ماہرین کون ہیں؟ اس کے متعلق سابق وزیر اطلاعات اور معروف صحافی مشاہد حسین کہتے ہیں:

''یہ محض حادثہ نہیں کہ جنرل مشرف کی پشت پر وہی قانونی دماغ برسرعمل ہے جس نے جنرل ضیاء اور اس سے پہلے جنرل ایوب خان کی 'خدمت گزاری' کی تھی اور یہ شریف الدین پیرزادہ ہیں جن کی عمر نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا۔'' (نوائے وقت: ۲/اپریل ۲۰۰۲ء)

اس ریفرنڈم کے آئینی جواز کے متعلق کسی عام آدمی یا حکومتی ترجمان کی بجائے حال ہی میں سپریم کورٹ آف پاکستان سے بطورِ چیف جسٹس ریٹائر ہونے والی دو اہم شخصیات جسٹس (ر) سعید الزماں صدیقی اور سابق چیف جسٹس سجاد علی شاہ کی آرا زیادہ وقیع، قابل قدر اور وزنی ہیں۔ ان دونوں حضرات نے بیان دیا ہے کہ آئین میں صدارتی عہدہ پر فائز رہنے کے لیے ریفرنڈم کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے آئین میں ایک واضح طریقہ موجود ہے جس کے تحت صدر کے الیکشن کا حلقہ صرف صوبائی اسمبلیاں اور سینٹ ہیں۔ (نوائے وقت: ۵/اپریل)

جسٹس سجاد علی شاہ تو میاں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو دونوں کے خلاف فیصلے دے چکے ہیں، لہٰذا ان کی رائے کے متعلق کسی قسم کے 'سیاسی تبصرہ' کا خیال لانا بھی مشکل ہے۔ مزید برآں پاکستان بار کونسل اور وکلا کی دیگر تمام نمائندہ تنظیموں نے اس ریفرنڈم کو آئین کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے اس ریفرنڈم کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا ہے۔ ایک اور رِٹ درخواست لاہور ہائی کورٹ میں پیش کی گئی ہے جس میں یہ موقف اختیار کیا گیا ہے کہ لاہور ہائی کورٹ نے ۱۹۹۸ء میں دائر کی گئی درخواست گزار کی ایک رِٹ پٹیشن پر قرار دیا تھا کہ ریفرنڈم کے ذریعے صدر کے انتخاب کی آئین میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ درخواست گزار نے یہ بھی موقف اختیار کیا ہے کہ جنرل مشرف کا فیصلہ توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے۔ اگرچہ تازہ رِٹ درخواستوں پر ابھی (۲۲/اپریل) تک اعلیٰ عدالتوں نے فیصلہ نہیں دیا مگر لاہور ہائی کورٹ کے محولہ بالا فیصلہ کی روشنی میں ریفرنڈم کی آئینی حیثیت کا تعین کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہونا چاہیے!!

(۴) ریفرنڈم کی آئینی حیثیت کے متعلق خود جنرل پرویز مشرف کا اعتماد بھی متزلزل ہو گیا ہے ۱۳/اپریل کو کوئٹہ میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا: ''اگر ریفرنڈم غیر آئینی ہے تو فیصلہ عدالت کرے گی۔'' اس غیر یقینی صورتحال کا تقاضا تو یہی تھا کہ عدالت کا فیصلہ آنے تک ریفرنڈم مہم روک دی جاتی کیونکہ اگر عدالت اسے غیر آئینی قرار دیتی ہے تو ریفرنڈم مہم پر خرچ ہونے والے اربوں روپے کا نقصان قوم کو برداشت کرنا پڑے گا اور قوم انتشار کا شکار بھی رہے گی۔

جس بات کے متعلق خود صدر صاحب کو بھی انشراحِ صدر نہیں ہے، اس کے متعلق جوش وخروش سے

www.KitaboSunnat.com

انتخابی مہم چلانے کے فیصلے کو صائب الرائے اور حکمت ودانش کے تقاضوں کے عین مطابق قرار دینا مشکل ہے۔ صدر صاحب بلاوجہ اپنا اور پوری قوم کا وقت ایک غیر یقینی مہم میں صرف کر رہے ہیں۔ سپریم کورٹ نے جنرل پرویز مشرف کو جو تین سال کا مینڈیٹ دے رکھا ہے، اس میں ریفرنڈم کے ذریعے طولِ صدارت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ یہ مینڈیٹ ایک اعتبار سے سپریم کورٹ کا فیصلہ ہی ہے۔ ریفرنڈم اس مینڈیٹ سے متجاوز اقدام ہے۔ اس مینڈیٹ کی رو سے عہدۂ صدارت کو طول دینے کا ہرگز کوئی جواز نہیں ہے۔ عدالت تو پہلے ہی فیصلہ دے چکی ہے، اب ایک نئے سرے سے عدالت کو کسی دوسرے فیصلے کا انتظار بظاہر عجیب لگتا ہے!!

(۵) جنرل پرویز مشرف نے ریفرنڈم کے متعلق پہلی مرتبہ ۵/اپریل کو اپنے طویل ترین خطاب میں کھل کر اظہارِ خیال کیا۔ اس تقریر میں انہوں نے عوام کو اعتماد میں لینے کی کوشش کی کہ آخر انہوں نے ریفرنڈم کرانے کا فیصلہ کیوں کیا ہے؟ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا:

''اے پاکستان کے لوگو! مجھے بتایئے، آپ کو میری ضرورت ہے یا نہیں؟ مجھے یقین تو ہے لیکن جب آپ مجھے بتائیں گے تو میرے میں یقین اور طاقت بڑھے گی۔ مجھے آپ کی طاقت چاہئے۔ دنیا کو پتہ ہونا چاہیے، بالخصوص ان لوگوں کو جو پاکستان کو عدمِ استحکام کا شکار کرنا چاہتے ہیں کہ میں اکیلا نہیں ہوں میرے پیچھے پاکستان کے ۱۴ کروڑ عوام ہیں۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ریفرنڈم ہوگا..... میں تمام اخبارات کو دیکھ رہا ہوں، زیادہ تر لوگ اس کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے، پھر میں کیوں اڑا ہوا ہوں؟ میں ریفرنڈم کیوں کرانا چاہ رہا ہوں؟ مجھے یقین چاہیے کہ پوری قوم میری اصلاحات کے تسلسل کے حق میں ہے؟ سب سے بڑی ریفارم لوکل گورنمنٹ کا قیام، اقتصادی بحالی اور Diplomatic Standing اور جو کچھ ہماری Achievements ہیں، ان کے تسلسل کے حق میں، مجھے یقین چاہیے تاکہ مجھے اور پوری دنیا کو یقین ہو۔ مجھ میں اس سے ذاتی طور پر خود اعتمادی آئے گی۔ ایک اخلاقی بلندی ملے گی کہ میرے ساتھ پاکستانی عوام آپ سب ہیں۔ اگر ریفرنڈم ہوگیا تو معاشی فضا میں استحکام، سیاسی عدمِ استحکام میں کمی اور ترقی کی فضا پیدا ہوگی۔ حقیقی جمہوریت آئے گی۔ اسمبلیوں میں بہتر ماحول ہوگا۔''

(یہ جنرل صاحب کی باتوں کا خلاصہ ہے، الفاظ ان کے ہی مگر بعض الفاظ کا اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔)

اب ذرا دیکھئے ریفرنڈم کے لیے سوال کس اسلوب میں وضع کیا گیا ہے۔

سوال: ''مقامی حکومت کے نظام کی بقا، جمہوریت کے قیام، اصلاحات کے استحکام وتسلسل فرقہ واریت اور انتہا پسندوں کے خاتمے اور قائداعظم کے تصور کی تکمیل کے لئے، کیا آپ صدر جنرل پرویز مشرف کو آئندہ پانچ سال کے لیے صدرِ پاکستان بنانا چاہتے ہیں؟ ہاں / نہیں

ہر مطلق العنان حکمران کی طرح جنرل مشرف بھی اپنے آپ کو ناگزیر سمجھتے ہیں اور اپنی 'اصلاحات' کو بہت بڑے انقلابی اور فلاحی اقدامات سے تعبیر کرنے کی خوش اعتقادی کا شکار ہیں۔ ایک تو اقتدار میں

www.KitaboSunnat.com

رہنے کی شدید خواہش اور اس پر موقع پرست خوشامدیوں کا ہجومِ کثیر، حکمرانوں کو حالات کی حقیقت پسندانہ تصویر دیکھنے سے قاصر رکھتا ہے۔ جنرل مشرف اگر محض اپنی اصلاحات اور پالیسیوں کو تسلسل عطا کرنے کے لیے مزید پانچ سال کے لیے صدر رہنے کا جواز بتلاتے ہیں، تو اہل پاکستان کی خاموش اکثریت ان اصلاحات اور انقلابی اقدامات کے تسلسل کے محض خیال ہی کو ایک خوف ناک خواب (Nightmare) سمجھتی ہے، مگر بدقسمتی سے ہمارے ذرائع ابلاغ نہ تو اس خاموش اکثریت کے نقطہ نظر کو جائز مقام دیتے ہیں اور نہ ہی حکمران طبقہ اس خاموش اکثریت کی بات کو سننے پر آمادہ نظر آتا ہے کیونکہ حقائق کے آئینے میں جھانکنے کا حوصلہ بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے۔

جنرل پرویز مشرف اپنے آپ کو حقیقت پسند سمجھتے ہیں اور دوسروں کے نقطہ نظر کو تحمل سے سننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، یہ بات ان کی طبیعت پر شاید ناگوار گزرے گی مگر ہم خاموش اکثریت کی ترجمانی کرتے ہوئے درج ذیل معروضات ان کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں

(i) موجودہ حکومت کی بیشتر پالیسیوں کا ماخذ ومصدر اسلامی تعلیمات کی بجائے مغرب کی لبرل اقدار ہیں، تہذیبِ مغرب کی اندھی تقلید کسی اسلامی معاشرے میں اصلاحات کی بنیاد قرار نہیں دی جاسکتی۔ جنرل صاحب اس ملک میں جس طرح کا انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں اس کی روح اسلامی شریعت اور مسلم ثقافت سے ماخوذ نہیں، بلکہ اس کے پیچھے یورپی لبرل ازم اور سیکولرازم کے اساسی اصول کارفرما نظر آتے ہیں، اسلامی قانون وشریعت کے حدود اور وسعتوں کے متعلق موجودہ حکومت کا عمومی فہم اصلاح طلب ہے۔

(ii) اقتدار کی نچلی سطح پر منتقلی کو موجودہ حکومت کا بہت بڑا کارنامہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے مگر اس نئے نظام میں جس طرح عورتوں کی شراکت کے تناسب کو قانونی تحفظ عطا کیا گیا ہے، اس کی تائید اسلامی شریعت تو کجا مغرب کے مروّجہ سیاسی نظام سے بھی نہیں ملتی۔ دنیا کی کوئی جمہوری، اشتراکی، سیکولر اور مسلم ریاست نہیں ہے، جہاں عورتوں کو ۳۳ فیصد تناسب حاصل ہو۔ اسلامی تعلیمات کی جس قدر بھی لبرل اور ترقی پسندانہ تعبیر وتشریح کی جائے، مگر یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اسلام نے عورت کا اصل مقام اس کے گھر کو ہی قرار دیا ہے۔ اسلام خاندانی نظام کی تباہی کی قیمت پر عورتوں کی سیاسی اُمور میں شرکت کی اجازت نہیں دیتا۔

(iii) مخلوط انتخابات کا نفاذ بھی نظریۂ پاکستان کی فکری اساس سے متصادم ہے۔ اس پالیسی میں اقلیتوں کا حقیقی مفاد بھی نظر نہیں آتا، بظاہر ایک 'مخصوص اقلیت' کے مفادات کو تحفظ دینے کے لیے اس طریقہ کار کو نافذ کیا گیا ہے۔ پاکستان کا قیام 'متحدہ قومیت' کی بجائے مسلم قومیت کے تصور پر عمل میں آیا تھا، اور یہ طریقہ اس اُصول سے متصادم ہے۔

(iv) ضلعی سطح پر نئے نظام کا اجرا بلاشبہ ایک اہم انتظامی تبدیلی ہے، مگر اس تبدیلی کا عوام کو خاطر خواہ فائدہ ہوا ہے نہ انصاف کی فراہمی میں کوئی بہتری آئی ہے۔ نیا نظام بے حد پیچیدہ اور مبہم ہے۔ ہر

www.KitaboSunnat.com

طرف شدید 'کنفیوژن' نظر آتی ہے۔ بیشتر اضلاع میں ضلعی ناظموں نے اپنی حمایت کرنے والوں کے درمیان ترقیاتی فنڈز تقسیم کئے ہیں۔ اس سے ان کے مخالفین میں شدید اضطراب اور عوام میں مایوسی پائی جاتی ہے۔ صوبائی حکومت اور ضلعی حکومتوں کے درمیان نئے ڈھانچے کے مطابق اختیارات کی مکمل تقسیم وتفویض ابھی تک پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ پائی۔ اس نظام کی کامیابی کے امکانات مخدوش ہیں۔

حکومتِ پاکستان نے اب تک آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک جیسے استحصالی اداروں کی ہدایات کی روشنی ہی میں اقتصادی پالیسیاں وضع کی ہیں۔ آئے دن یوٹیلیٹی بلوں میں اضافہ، سیلز ٹیکس اور دیگر ٹیکسوں میں اضافہ، تیل اور گیس کی قیمتوں میں بار بار اضافہ، اشیائے صرف کی قیمتوں میں ہوش رُبا اضافہ، حال ہی میں ادویات پر ٹیکس وغیرہ جیسی پالیسیوں نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ غذائی اجناس، سبزیاں، دالیں اور دیگر عام اشیائے صرف کا حصول ایک عام آدمی کے لیے بے حد مشکل ہوگیا ہے۔ گزشتہ دو برسوں میں اشیائے صرف کی قیمتوں میں ۵۰ فیصد سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ صنعتوں میں سرمایہ کاری برائے نام رہ گئی ہے۔ بیمار صنعتوں کو حکومت نے کوئی ریلیف نہیں دیا۔ غرض ہر اعتبار سے موجودہ حکومت کی اقتصادی پالیسیاں نتائج دینے میں ناکام رہی ہیں؟ کیا یہی وہ پالیسیاں ہیں جن کے تسلسل کو یقینی بنانے کے لیے جنرل پرویز مشرف قوم سے پانچ سال کی صدارت کا تقاضا کر رہے ہیں.....!!؟

(vi) جنرل صاحب ریفرنڈم کے ذریعے عوام سے 'طاقت' لینا چاہتے ہیں؟ حالانکہ ہر صاحبِ فہم وذکا ہر طرح سمجھتا ہے کہ ایک فوجی حکمران کی اصل طاقت 'عوام' نہیں بلکہ فوج ہی ہوتی ہے جس کی قوت سے وہ عوام پر حکومت کرتا ہے۔ ایک فوجی حکومت کو تسلسل عطا کرنے کیلئے عوام کی طاقت کا حصول بظاہر عجیب منطق ہے۔

(v) ریفرنڈم کے لیے وضع کردہ سوال میں 'جمہوریت کے قیام' کو بطورِ جواز کے شامل کیا گیا ہے۔ کیا ریفرنڈم کے بغیر 'جمہوریت کا قیام' عمل میں نہیں لایا جاسکتا؟ سپریم کورٹ نے تین سال کے اندر انتخابات کرا کر اقتدار عوامی نمائندوں کو منتقل کرنے کا جو مینڈیٹ دیا ہے، اس پر اگر عمل درآمد کیا جائے تو جمہوریت کا قیام بڑی آسانی سے عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ پھر ایک فوجی حکمران جو وردی سے باہر بھی آنے کے لیے تیار نہیں، کے ذریعے جمہوریت کا قیام عمل میں لانے کا منصوبہ کیا عقلی اور منطقی طور پر درست ہے؟ عوام اَن پڑھ ضرور ہیں، مگر اتنی سادہ سی بات کو سمجھنا ان کے لیے کیونکر مشکل ہوسکتا ہے؟

(vi) ریفرنڈم کے سوال میں 'قائداعظم کے تصور' کی تکمیل کے لیے بھی صدر مشرف کی موزونیت کے متعلق پوچھا گیا ہے؟ ہماری سمجھ سے بالا تر ہے کہ قائداعظم کا وہ کونسا تصور ہے جس کو صرف صدر مشرف ہی عملی جامہ پہنا سکتے ہیں، کوئی دوسرا پاکستانی اس کا اہل نہیں ہے۔ گزشتہ چند برسوں سے ایک مخصوص سیکولر گروہ 'قائداعظم کے تصور' کی مخصوص تعبیر پیش کرتا رہا ہے، اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو پاکستان ایک سیکولر ریاست بن کر رہ جائے گی۔ حالانکہ قائداعظم نے واضح طور پر پاکستان کو اسلامی اصولوں کے لیے تجربہ گاہ قرار دیا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

(v) جہاں تک 'فرقہ واریت اور انتہا پسندی' کا تعلق ہے، بلاشبہ فرقہ واریت اور انتہا پسندی درست قرار نہیں دی جاسکتی مگر جس انداز میں امریکیوں کے دباؤ کے زیر اثر بعض اسلامی تنظیموں اور دینی اداروں پر 'کریک ڈاؤن' کیا گیا، اسے ایک اسلامی مملکت میں نرم ترین الفاظ میں افسوس ناک قرار دیا جائے گا۔ یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ انتہا پسندی صرف دین پسندوں میں ہے حالانکہ لادینیت پسندوں میں بھی انتہا پسندی کم نہیں ہے، مگر اس طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ حکومت کی جارحانہ پالیسی کی وجہ سے محض فرقہ وارانہ تنظیمیں ہی نہیں، وہ دینی جماعتیں اور مذہبی تنظیمیں بھی سخت دہشت زدگی اور اعصابی دباؤ کا شکار ہیں جن کا فرقہ واریت سے دور دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ ان بے ضرر تنظیموں میں بھی شدید گھٹن اور اضطراب محسوس کیا جارہا ہے۔ دینی اداروں کو سخت ضابطوں میں جکڑنے کی پالیسی اپنائی جاتی ہے مگر این جی اوز کو کھلی چھٹی دی جاتی ہے۔ نئی مساجد کے قیام پر پابندی عائد کی گئی ہے، مگر اس ملک میں فحاشی پھیلانے والے کلب اور طوائفوں کے اڈّے بغیر کسی خوف کے اپنا کام کررہے ہیں۔

(۷) دینی، سیاسی جماعتیں اور ذرائع ابلاغ اگر کسی قوم کی سوچ کے آئینہ دار کہلانے کے مستحق ہیں تو یہ بات اب نہایت واضح طور پر سامنے آگئی ہے کہ پاکستان کے عوام مذکورہ ریفرنڈم کے حق میں نہیں ہیں۔ ملک کی اعتدال پسند، دائیں بازو اور بائیں بازو کی تمام قابل ذکر جماعتوں مثلاً پاکستان پیپلز پارٹی، پاکستان مسلم لیگ (ن)، جماعت اسلامی، اے این پی، جمہوری وطن پارٹی، ایم کیو ایم، پونم، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، مرکزی جمعیت اہل حدیث کے علاوہ اے آر ڈی اور متحدہ مجلس عمل نے بھی اس ریفرنڈم کو غیر آئینی قرار دیا ہے۔ جن سیاسی جماعتوں نے ریفرنڈم کی حمایت کا اعلان کیا ہے ان کی عوام میں پذیرائی نہ ہونے کے برابر ہے۔ مثلاً تحریک انصاف، ملت پارٹی اور پروفیسر طاہر القادری کی عوامی تحریک۔ پاکستان مسلم لیگ کا ایک حصہ (ہم خیال گروپ) قائداعظم کے نام سے، اگرچہ اب بھی عوام میں کسی حد تک مقبولیت رکھتا ہے، مگر اسے شروع ہی حکومتی پارٹی کہا جارہا ہے۔ جبکہ عوام کی نمائندہ جماعتیں اس قدر کثیر تعداد میں ریفرنڈم کی مخالفت کررہی ہیں، تو ریفرنڈم ایک مذاق بن کر رہ جائے گا!!

(۸) ریفرنڈم جس انداز میں کرانے کی تیاریاں کی جارہی ہیں اس کے بعد اب کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ یہ محض تکلف ہی ہوگا، اس کو ریفرنڈم کا نام دینا مشکل ہوگا۔ نئے اعلان کے مطابق پورے پاکستان کو ووٹرز کے لیے حلقہ قرار دیا گیا ہے۔ قواعد میں اس طرح کی نرمی پیدا کرنے کا صاف مطلب ہے کہ حکومت دل ہی دل میں خدشات کا شکار ہے۔ ایک شخص اگر دس جگہوں پر اپنا ووٹ ڈالنا چاہے گا، تو اس کو چیک کرنا مشکل ہوگا۔ پھر جب مخالفت میں کوئی امیدوار ہی نہیں ہوگا، کسی کو شناختی کارڈ پر سوراخ لگانے یا چیک کرانے کی ضرورت ہی کیوں پڑے گی؟ جو شخص یہ کہے گا کہ میں ۱۸ سال کا ہوں، وہ بلا رکاوٹ ووٹ کا حق استعمال کرسکے گا۔ پھر ریفرنڈم ڈیوٹی پر موجود سرکاری اہل کار بھی مخالف امیدوار کی عدم موجودگی میں اپنی صوابدید کا بھرپور استعمال کرسکیں گے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کے ریفرنڈم پر تبصرہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے عبدالقادر حسن صاحب نے لکھا تھا کہ صبح ۱۱ بجے تک یہ منصفانہ تھا، ۱۱ بجے کے بعد آزادانہ ہوگیا۔ ارشاد حقانی صاحب جنرل مشرف کے ریفرنڈم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اب جو ریفرنڈم ہونے جارہا ہے، یہ صبح سات بجے ہی سے آزادانہ ہوگا۔ نہیں، مادر پدر آزاد ہوگا۔'' (جنگ: ۱۱/اپریل)

ایسا ریفرنڈم آخر کیونکر قابل اعتبار سمجھا جاسکتا ہے۔ جنرل ضیاء الحق کے ریفرنڈم میں بڑی مشکل سے ۱۰ فیصد ووٹ پڑے تھے، مگر الیکشن کمیشن کے اعلان کے مطابق ۶۵ فیصد ووٹرز نے حصہ لیا اور ان میں سے ۹۸ فیصد نے ضیاء الحق کی حمایت میں اپنی رائے دی۔ اب دیکھتے ہیں ۳۰/اپریل کو کیا اعداد وشمار آتے ہیں۔ مگر ایک بات تو طے شدہ ہے کہ عوام کی بھاری اکثریت اس بے مقصد سیاسی شغل سے لاتعلق ہی رہے گی۔ ایسے ریفرنڈم سے جنرل پرویز مشرف بزعم خویش اگلے پانچ سال کے لئے صدر تو منتخب ہوجائیں گے مگر وہ جس اخلاقی بلندی اور عوام کے اعتماد کا حصول چاہتے ہیں، اس سے بدستور محروم ہی رہیں گے۔ پھر ایسی کارروائی کا فائدہ ہی کیا ہے؟

(۸) جنرل مشرف اگر اخبارات کا بنظر غائر مطالعہ فرما رہے ہیں یا ان کے مقربین اگر اخبارات میں شائع ہونے والے اداریوں، مضامین، کالموں اور خبروں سے انہیں ایماندارانہ طور پر باخبر رکھ رہے ہیں، تو انہیں یہ دیکھ کر یقیناً پریشانی ہوگی کہ بہت سے دانشور اور اخبارات جو ان کی امریکہ سے تعاون اور جہادی تنظیموں کے خلاف کارروائی کی پالیسی کی اب تک حمایت کرتے آئے ہیں، وہ بھی اب ریفرنڈم کے خلاف اپنی آرا کا اظہار کررہے ہیں۔ روزنامہ 'ڈان' جو مشرف حکومت کی لبرل پالیسی کا ہمیشہ حامی رہا ہے، ۷/اپریل کے اداریے میں واضح طور پر ریفرنڈم کو غیر آئینی قرار دے چکا ہے۔ 'دی فرائیڈے ٹائمز' جس کے ایڈیٹر نجم سیٹھی جنرل مشرف کے پرجوش حامیوں میں ہیں، کے ۵ تا ۱۱/اپریل کے شمارے میں تین کالم ریفرنڈم کے خلاف شائع ہوئے ہیں۔ اردو اخبارات کے کالم نگاروں میں نمایاں ترین مثال جناب ارشاد احمد حقانی کی ہے، جنہوں نے متعدد کالم ریفرنڈم کے خلاف لکھے ہیں۔ ان کی مایوسی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک کالم کا عنوان ''حیران ہوں، دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں!'' رکھا ہے۔ اس کالم کا آغاز یوں فرماتے ہیں:

''آج قلم حیران ہے، کیا لکھے کیا نہ لکھے؟ فی الواقع پہلی دفعہ مجھ پر 'گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل' کی کیفیت آرہی ہے۔ ریفرنڈم کے ڈرامے کا ہر سین پہلے سین سے زیادہ ناقابل یقین، دل شکن، اور حیران کن ثابت ہورہا ہے۔'' (جنگ: ۱۱/اپریل) اسی کالم میں مزید لکھتے ہیں:

''جن لوگوں نے بشمول میرے صدر مشرف سے یہ توقع وابستہ کررکھی تھی کہ وہ ماضی کے حکمرانوں کے مقابلے پر بہتر حاکم ثابت ہوں گے اور ان کے اقدامات اور فیصلوں سے صحت مند روایات قائم ہوں گی، تازہ واقعات سے ان کی مایوسی ناقابل فہم نہیں ہونی چاہئے۔ توقع یہ تھی جنرل مشرف حقیقی اور مثبت معنوں میں اپنے پیشرو فوجی حکمرانوں سے بہتر روایات قائم کریں گے لیکن افسوس کہ بعض

www.KitaboSunnat.com

حوالوں سے وہ ان کے ناقابل رشک ریکارڈ کو بھی پیچھے چھوڑتے جارہے ہیں۔''

وہ کس قدر افسردگی کا شکار ہیں، ذرا ان کے یہ جملے ملاحظہ کیجئے:

''غالب کی طرح میں بھی نوحہ گر رکھنے کا مقدور نہیں رکھتا، اسلئے خود ہی دل کو رو رہا ہوں اور جگر کو پیٹ رہا ہوں۔ ریفرنڈم پر مشرف حکومت کے اقدامات دیکھنے کے بعد میرا دل مجھ سے کہہ رہا ہے:

ایسا نہ ہو کہ یاس کے پتھر نصیب ہوں بہتر ہے آرزوؤں کی چادر لپیٹ لے!''

(۹) اگر جنرل پرویز مشرف مزید پانچ سال رہتے ہیں تو آئین میں وسیع پیمانے پر ترامیم کئے جانے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ جیسا کہ اعلان کیا جارہا ہے کہ آئین میں ترمیم کے ذریعے نیشنل سیکورٹی کونسل قائم کی جائے گی جس کے سربراہ صدرِ مملکت ہوں گے اور دیگر سروسز چیف اس کے ارکان ہوں گے۔ یہ بات بھی کہی جارہی ہے کہ آئین کے شق ۵۸-۲ب کو بحال کردیا جائے گا جس کی رو سے صدر کو پارلیمنٹ اور وزیراعظم کو برخواست کرنے کا اختیار مل جائے گا۔ ان حالات میں صدر جنرل مشرف جو بیک وقت آرمی چیف رہیں گے، کا پلہ وزیراعظم کے مقابلے میں بہت بھاری ہوجائے گا۔ صدر اور نیشنل سیکورٹی کونسل کو پارلیمنٹ اور وزیراعظم کے عہدہ پر واضح برتری حاصل ہوجائے گی۔ اگر یہ سب کچھ ہوتا ہے تو پاکستان میں بچی کھچی پارلیمانی جمہوریت بھی اپنا وقار قائم نہیں رکھ سکے گی۔ عوام کے ووٹوں سے منتخب وزیراعظم محض ایک کٹھ پتلی کی حیثیت اختیار کرلے گا۔

(۱۰) باخبر حلقے جانتے ہیں کہ مشرف حکومت میں قادیانی اقلیت کو غیر معمولی اثر ورسوخ رہا ہے۔ کابینہ اور حکومت کے نہایت اہم عہدوں پر قادیانی اقلیت سے وابستہ افراد تعینات رہے ہیں۔ قادیانیوں نے ریفرنڈم کی باقاعدہ حمایت کا اعلان کردیا ہے۔ ربوہ میں اعلیٰ سطح کے اجلاس میں فیصلہ کرتے ہوئے قادیانی قیادت نے کہا کہ ''ملکی استحکام اور سالمیت کے لئے مشرف حکومت کی حمایت ضروری ہے'' (نوائے وقت: ۲۱/اپریل) قادیانی اس ملک کی سالمیت اور استحکام سے کس حد تک مخلص ہیں، یہ بات بھی صیغہ راز میں نہیں ہے۔ محبِّ وطن اور دین پسند حلقوں نے مشرف حکومت میں قادیانیوں کی غیر معمولی حیثیت پر ہمیشہ تشویش کا اظہار کیا ہے۔ قادیانی اُمت اور امتِ مسلمہ کے مفاد میں ہمیشہ ٹکراؤ اور تضاد رہا ہے، قادیانیوں کی شاید ہی کوئی پالیسی اور حکمتِ عملی ہو جسے ملتِ اسلامیہ کی تائید حاصل رہی ہو۔ اسی لئے جب قادیانی اُمت کی طرف سے ریفرنڈم کی حمایت کا اعلان ہوتا ہے تو دین پسند محبِّ وطن حلقوں میں اس کے متعلق شکوک وشبہات کا جنم لینا ضروری ہے۔

ایک قادیانی دانشور خالد احمد جو اپنے لبرل، سیکولر اور ترقی پسند ہونے کا دھنڈورا پیٹتا ہے، نے اپنے تازہ ترین کالم میں جنرل مشرف کو صدر برقرار رکھنے کے لئے جن دلائل کا سہارا لیا ہے، اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ایک قادیانی دانشور اس ریفرنڈم کو کس انداز میں دیکھتا ہے؟ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ خالد احمد کو سی آئی اے کا قابل اعتماد ذریعہ (Source) سمجھا جاتا ہے۔ انسانی حقوق اور اقلیتوں کے حقوق کے متعلق خالد احمد کے گمراہ کن کالموں کو امریکی وزارتِ خارجہ اپنی رپورٹ کا حصہ بناتی ہے۔ یہ

www.KitaboSunnat.com

شخص قادیانیوں کا ذہین ترین دماغ سمجھا جاتا ہے۔ بظاہر یہ اپنے آپ کو ایک وسیع المشرب، روشن خیال دانشور خیال کرتا ہے، مگر اس کا ہر ایک کالم ملتِ اسلامیہ، دین اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق زہر آلود مواد لئے ہوتا ہے۔ اس کا ہر کالم قادیانی مفادات کے بالواسطہ یا بلا واسطہ تحفظ کی کاوش پر مبنی ہوتا ہے۔ کافی عرصہ تک خالد احمد فرنٹیر پوسٹ کا ایڈیٹر رہا ہے اور گذشتہ چار برس سے یہ دی فرائیڈے ٹائمز میں لکھ رہا ہے۔ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے قانون یعنی ۲۹۵سی کے خلاف سب سے زیادہ جس صحافی نے پاکستان میں ہرزہ سرائی اور پراپیگنڈہ کیا ہے، وہ یہی خالد احمد ہے۔ طالبان حکومت کے خاتمہ اور پاکستان میں جہادی تنظیموں کی سرکوبی کے بعد اس دشمن رسول کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اپنے گذشتہ کالم میں اس نے قانونِ توہین رسالت (۲۹۵۔سی) کو ناپاک (Unholy) اور خوفناک ڈراؤنا (Draconion) قانون لکھا ہے۔ (فرائیڈے ٹائمز، ۵ تا ۱۱/اپریل ۲۰۰۲ء)

اس ہفت روزہ کے ۱۹/اپریل کے شمارے میں اس نے تفصیل سے وجوہات لکھی ہیں کہ جنرل مشرف کا صدر رہنا کیوں ضروری ہے۔ خالد احمد لکھتا ہے:

''نواز شریف اور اس کے خوفناک اسلامی 'اباجی' کے بغیر آنے والی نئی حکومت کا جنرل ضیاء الحق کے ماڈل کی طرف مراجعت اختیار کرنے کا اگرچہ کم امکان ہے۔ درحقیقت جنرل مشرف نفاذِ شریعت کے لئے آئین میں پندرہویں ترمیم کی طرح کی کسی بھی ترمیم کو روکنے کے لئے ضمانت کے طور پر کام کریں گے۔ وہ پاکستانی سیاست کو دوبارہ بنیاد پرستی اور دینی مدارس کے نصاب پر مبنی سیاسی نظریہ سے متاثر ہونے سے بھی بچائیں گے۔ ان کے ہونے سے اس بات کا امکان بھی نہیں رہے گا کہ کوئی بنیاد پرست گندے بوٹوں کے ساتھ جی ایچ کیو میں داخل ہوسکے۔ (یہ اشارہ غالباً ضیاء الحق کی طرف ہے) وہ مزید لکھتا ہے کہ

جہادی ملیشیا کو ابھی تک پوری طرح کچلا نہیں جاسکا۔ پاکستانی ریاست پر جہادیوں کا طویل اثر رہا ہے اور یہ ختم ہونے میں وقت لے گا۔ خالد احمد مزید اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

عام طور پر پاکستانی آرمی جنرل مشرف کی طرح کا جرنیل پیدا نہیں کرتی۔ یہ زیادہ تر جنرل محمود خان سابق چیف آئی ایس آئی جیسے جرنیل ہی پیدا کرتی ہے۔ اس بات کا امکانِ غالب ہے کہ جو جنرل اس کے بعد آئیں گے وہ دنیا کے بارے میں پرانے نقطہ نظر کی طرف ہی لوٹ جائیں گے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ ہم جنرل مشرف کو برقرار رکھیں، اس وقت تک جب تک کہ سڑا ہوا نظام ختم نہیں ہوجاتا اور نارمل حالات پیدا نہیں ہوجاتے۔ منتخب حکومت کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ آرمی کو اپنے ساتھ رکھے حتیٰ کہ وزیراعظم اس ملک میں نارمل حالات پیدا کریں۔'' (فرائیڈے ٹائمز)

خالد احمد نے پاکستان کو ایک سیکولر ریاست میں تبدیل کرنے کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ ریاستی معاملات اور سیاست سے جس قدر جلد ہوسکیں ملاؤں کو بے دخل کردیا جائے۔ اس نے 'اسلامائزیشن' کے اثرات کو زائل کرنے کی بھرپور وکالت بھی کی ہے۔ پاکستان میں پہلے ہی اس بات کا خدشہ ظاہر کیا جارہا

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حکومت امریکی دباؤ کے تحت آئین سے قادیانیوں کو کافر قرار دینے کی ترمیم نکال دے گی۔ پاکستان میں امریکی سفیر وینڈی چیمبرلین نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ وہ امریکہ سے آتے ہوئے اپنے ساتھ ۲۹۵۔سی کو ختم کرانے کا ایجنڈا لائی تھی۔ خالد احمد کا یہ کہنا کہ پاکستانی آرمی جنرل مشرف کی طرح کی جرنیل پیدا نہیں کرتی، بہت حد تک معنی خیز ہے!!

(۱۲) مارشل لا اپنے مزاج کے اعتبار سے اینٹی کلچر (Anti-Culture) ہوتا ہے۔ اس کا تسلسل قومی اخلاقیات اور جمہوری اقدار کو بالآخر تباہ کرکے رکھ دیتا ہے۔ مارشل لا کے مزاج میں دھونس، تکبر، تحکمانہ انداز اور بے جا قوت کے استعمال کا داعیہ پایا جاتا ہے۔ آمریت کا ایک نقص یہ بھی ہے کہ 'انقلاب' لانے کی دھن میں قانون، دیرینہ روایات اور عوامی منشا کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔ فوجی حکومت کے زیر اثر بنیادی حقوق اور سماجی آزادیوں سے کماحقہ استفادہ ممکن نہیں ہے۔ موجودہ حکومت کے دور میں پریس کو اگرچہ کسی حد تک آزادی میسر ہے مگر پھر بھی لکھنے والوں پر ایک انجانے خوف کا احساس طاری رہتا ہے۔ کالم نگاروں کی حیلہ جوئیاں، مضمون نگاروں کے اشارے کنارے، استعارات و ایمائیت، براہِ راست تنقید سے گریز، تنقید کے ساتھ تعریف کا امتزاج، اور ہلکے پھلکے طنز و ظرافت کا استعمال محض اختیاری معاملہ نہیں ہے، اس کے پیچھے ایک بے نام سا 'ابلاغی جبر' کارفرما نظر آتا ہے، جو چھپائے نہیں چھپتا۔ مسلسل دب کر لکھنے سے بالآخر اخلاقی کیریکٹر آہستہ آہستہ زوال کا شکار ہوجاتا ہے۔

ابھی چند روز پہلے جناب عطاء الحق قاسمی نے اپنے کالم میں لکھا کہ ''اخبارات جو کچھ لکھنا چاہتے ہیں اس کا صرف دس فیصد لکھ پا رہے ہیں، انہیں اپنی حدود کا بھرپور احساس ہے۔'' اکیسویں صدی میں جہاں روشن خیالی اور جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، اس دور میں جب کہ جمہوریت کو کسی ملک کے 'مہذب' یا 'غیر مہذب' ہونے کا معیار گردانا جاتا ہے، پاکستان جیسے ملک میں ایک فوجی حکومت کے تسلسل کے لئے ریفرنڈم کا انعقاد، ایک قومی بدنصیبی سے کم نہیں ہے!!

آج سے ۲۲ سال پہلے اگر صدر ضیاء الحق مرحوم کی طرف سے منعقد کردہ ریفرنڈم کا جواز نہیں تھا، تو آج حالات ریفرنڈم کے انعقاد کے لئے اس سے کہیں زیادہ غیر موزوں ہیں۔ آخر وہ کون سی لبرل ازم ہے جس میں غیر جمہوری حکومت کی گنجائش پیدا کی جاسکتی ہو؟ مارشل لا نہ اسلام کی رو سے کوئی پسندیدہ سیاسی طرزِ حکومت ہے اور نہ ہی جدید جمہوری نظام میں اس کو نگاہِ تحسین سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ امریکہ جیسے جمہوریت کے علمبردار ملکوں کے دوہرے معیارات اور منافقت ہے کہ وہ ایسے ممالک میں غیر جمہوری حکومتوں کی سرپرستی کرتے ہیں جو ان کے ایجنڈے کی حمایت کرتے ہوں۔

نوائے وقت کے ایک کالم نگار نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کو ریفرنڈم کرانے کا مشورہ امریکی صدر جارج بش نے دیا ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو اس ریفرنڈم کی حیثیت مزید مشکوک ہوجائے گی۔ آخر امریکی صدر جنرل مشرف جیسے فوجی حکمران کو پاکستان کا صدر کیوں دیکھنا چاہتے ہیں؟

www.KitaboSunnat.com

سیرتِ نبویہ ﷺ

شیخ الاسلام ابوالعباس احمد بن تیمیہؒ
مترجم: مولانا ابومسعود عبدالجبار سلفی

نبوتِ محمدیہ ﷺ کے دلائل و براہین

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے۔ آپ کے اخلاقِ جمیلہ اور اقوال و افعالِ حمیدہ اور آپ کی روشن شریعت بھی آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہے، آپ کی اُمت، اس کا علم اور اس کا دین سب آپ کی نبوت و رسالت کے براہین ہیں اور آپ کی امت کے صلحاء کرام کی کرامات بھی آپ کی صداقت کے دلائل سے ہیں اور یہ حقیقت اسی حقیقت جو پر ظاہر ہوگی جو آپ کی پیدائش سے لے کر آپ کی بعثت تک اور آپ کی بعثت سے لے کر آپ کی وفات تک آپ کی سیرتِ طیبہ کا غور سے مطالعہ کرے گا اور آپ کے نسب، شہر، آپ کے اصل اور فصل پر تدبر کرے گا کیونکہ آپ عالم انسانیت میں نسب کے اعتبار سے اَشرف ہیں اور آپ کا تعلق خالصتاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس لڑی سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور کتاب نازل فرمائی۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث ہوئے، وہ انہی کی اولاد میں سے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو دو بیٹے عطا فرمائے: حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ ..... توراۃ میں بھی دونوں کا ذکر ہے اور توراۃ میں اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور اولادِ اسماعیل میں آپ ﷺ کے علاوہ کوئی شخص نبوت کی بشارتوں کا حامل نہ تھا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کے لئے دعا فرمائی تھی کہ ان میں ایسا رسول مبعوث ہو جو انہی میں سے ہو، پھر آپ ﷺ قریش میں سے تھے جو بنو ابراہیم کا برگزیدہ خاندان ہے اور پھر آپ ﷺ بنو ہاشم میں سے تھے جو قریش کا حد درجہ محترم قبیلہ ہے اور پھر آپ ﷺ مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے جو اُمّ القریٰ ہے اور اللہ کے ایسے مقدس گھر والا شہر ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بذاتِ خود تعمیر کیا اور لوگوں کو اس کے حج کی دعوت دی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے وہاں حج ہوتا آرہا ہے اور اس حقیقت کا تذکرہ انبیاء کی کتابوں میں موجود ہے۔

آپؐ تربیت اور پرورش کے اعتبار سے تمام لوگوں سے ممتاز تھے، آپ سچائی اور نیکی، عدل وانصاف اور عمدہ اوصاف میں مشہور؛ ظلم وستم، فسق و فجور اور ہر گندے کام سے کوسوں دور رہنے والے تھے، اور اس بات کی گواہی ان لوگوں کی طرف سے دی گئی جو آپ کو نبوت سے پہلے بھی جانتے تھے اور ان لوگوں کی طرف سے بھی جو آپؐ پر ایمان لائے اور پوری زندگی انہوں نے بھی جنہوں نے نبوت ملنے کے بعد آپ

www.KitaboSunnat.com

سے کفر کیا اور آپؐ کے متعلق کوئی ایسی بات سننے یا دیکھنے میں نہیں آئی جس پر انگشت نمائی کی جا سکے؛ آپ کے اقوال میں، نہ افعال میں اور نہ آپ کے اخلاق اور کردار میں۔ زندگی بھر جھوٹ آپ کی زبان سے آشنا نہ ہوا؛ نہ ہی فسق و فجور اور ظلم وستم کا الزام آپ پر لگ سکا۔ آپؐ کی صورت اور سیرت تمام صورتوں سے مکمل اور جامع تھی اور ان خوبیوں پر مشتمل تھی جو آپ کے کمال پر دلالت کرتی ہیں۔ آپؐ اُمی تھے اور اُمیوں کی اس قوم میں تھے جو اہل کتاب کی طرح توراۃ اور انجیل کو نہیں جانتی تھی، نہ آپؐ اور نہ آپ کی قوم اور نہ آپؐ نے لوگوں کے علوم پڑھے اور نہ ان علوم کے ماہرین کے پاس بیٹھے اور جب آپؐ کی عمر مبارک چالیس سال ہوگئی تو آپؐ نے نبوت کا اعلان کیا۔

چنانچہ آپؐ نے تمام کاموں سے نرالا اور عظیم ترین کام کر ڈالا، اور ایسا کلام پیش کیا جس کی مثال اگلے پیش کر سکے تھے نہ پچھلے۔ اور ایسے معاملے کی خبر دی جسے آپ کے شہر اور قوم والے جانتے نہ تھے اور نہ ہی زمانوں میں سے کسی زمانے اور ملکوں میں سے کسی ملک میں آپ کے علاوہ کسی اور نے کوئی ایسی چیز پیش کی اور نہ ہی آپ کی طرح کوئی غلبہ حاصل کر سکا اور نہ ہی آپؐ جیسے عجائبات اور دلائل پیش کر سکا، اور نہ ہی کوئی شخص آپ کی طرح اپنی شریعت کی طرف دعوت دے سکا اور نہ کسی کا دین، دلائل و براہین اور قوتِ بازو کے ساتھ آپ کے دین کی طرح آشکارا ہوسکا۔ اور پھر آپؐ کی پیروی بھی انبیاء کرام کے (کمزور پیروکاروں جیسے) لوگوں نے کی اور رؤسا نے آپؐ کو جھٹلا دیا اور آپؐ سے عداوت کی اور ہر طریقے سے آپؐ کو اور آپؐ کے پیروکاروں کو ہلاک کرنے کی کوشش کی جس طرح کہ پہلے انبیا اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ بھی ہوتا رہا۔ اور جن لوگوں نے آپؐ کی پیروی کی، انہوں نے کسی لالچ اور ڈر کی وجہ سے نہ کی تھی کیونکہ نہ تو آپؐ کے پاس مال تھا جو آپؐ انہیں دیتے، نہ ریاستیں تھیں جو انہیں عطا کرتے، اور نہ ہی آپؐ کے پاس تلوار تھی بلکہ تلوار اور مال تو آپؐ کے دشمنوں کے پاس تھا اور انہوں نے آپؐ کے پیروکاروں کو ہر طرح کی تکلیف پہنچائی۔ لیکن انہوں نے اللہ کی خوشنودی کی خاطر صبر کیا اور اپنے دین سے روگردانی نہ کی کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان اور معروف کی حلاوت رچ بس چکی تھی۔

اور عرب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے لے کر مسلسل مکہ کا حج کرتے چلے آ رہے تھے، چنانچہ جب حج کے موسم میں عرب کے قبائل جمع ہوتے تو آپؐ ان کی طرف نکلتے اور ان میں اپنی رسالت کا اعلان کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے اور جھٹلانے والے کی تکذیب اور بدسلوکی اور روگردانی کرنے والی کی روگردانی پر صبر کرتے۔ حتیٰ کہ یثرب والے آپ سے آن ملے۔ وہ یہودیوں کے پڑوسی تھے اور ان کی زبانی آپؐ کے متعلق سنتے رہتے تھے لہٰذا انہوں نے آپؐ کو پہچان لیا، جب آپؐ نے ان کو دعوت دی تو وہ پہچان گئے کہ یہ وہی نبی منتظر ہے جس کی خبر یہود دیتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ وہ آپؐ کی خبریں سن چکے تھے، اس لئے انہوں نے آپؐ کے مرتبہ و مقام کو پہچان لیا

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اِن سالوں میں آپؐ کی دعوت پھیل چکی تھی اور آپؐ کا مشن ظاہر ہو چکا تھا، اس لئے وہ آپؐ پر ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنے شہر کی طرف آپؐ کی اور آپؐ کے صحابہ کی ہجرت کا خیر مقدم کیا اور آپؐ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کا عہد کرلیا۔ چنانچہ آپؐ کی اور آپؐ کے پیروکاروں کی مدینہ میں ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار مل کر رہنے لگے۔ ان میں سوائے چند اہل یثرب کے اور کوئی بھی ایسا نہ تھا جو دنیاوی ترغیب و ترہیب کی بنا پر ایمان لایا ہو اور چند اہل یثرب جو بظاہر مسلمان تھے، ان میں سے بھی بعض کا اسلام ٹھیک ہو گیا تھا۔

بعد ازاں آپؐ کو جہاد کی اجازت مل گئی اور جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ آپؐ مکمل ترین صدق وصفا اور عدل و انصاف اور وفاداری کے ساتھ اللہ کے دین کو تھامے رہے۔ آپؐ کی پوری زندگی میں کسی سے ظلم و بدعہدی کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا اور نہ کبھی جھوٹ آپ کی زبان سے سرزد ہوا؛ بلکہ آپؐ سب سے راست گو اور سب سے بڑھ کر انصاف پسند اور سب سے بڑھ کر عہد کی پاسداری کرنے والے تھے۔ صلح کی حالت ہو یا جنگ کا سماں، امن کی حالت میں بھی اور خوف کی حالت میں، مالداری کی حالت میں بھی اور تنگدستی کی حالت میں بھی، قلت کی حالت میں بھی اور کثرت کی حالت میں بھی، فتح کی سرشاری ہو یا شکست کی بے قراری، کوئی بھی حالت آپ کو ان اوصافِ کمال سے برگشتہ نہ کرسکی۔ یہاں تک کہ آپؐ کی دعوت اس سرزمین پر چھا گئی جو بتوں کی پرستش اور مدعیانِ اخبارِ غیب کی داستانوں اور خالق کائنات سے کفر اور مخلوق کی فرمانبرداری، سفا کی اور قطع رحمی سے بھر چکی تھی اور وہ لوگ جو آخرت اور دوبارہ جی اُٹھنے کو جانتے نہ تھے، وہ اہل زمین میں سے ایسے عالم، فاضل اور دیندار اور عابد و زاہد بن گئے کہ جب شام کے نصرانیوں نے انہیں دیکھا تو پکار اٹھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری ان سے بڑھ کر نہ تھے۔ ان کے علم وعمل کے آثار بھی موجود ہیں اور دوسروں کے بھی، اور اہل عقل دونوں کے درمیان فرق کو خوب جانتے ہیں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کشور کشائی، پیروکاروں کی اطاعت اور مال و جان سے بھی بڑھ کر محبت کے باوجود اس حال میں فوت ہوئے کہ گھر میں ایک درہم بھی موجود نہ تھا، نہ کوئی بکری نہ اونٹ، سوائے اپنے خچر اور ہتھیاروں کے اور آپؐ کی ڈھال، تیس وسق جَو جو آپ نے گھر والوں کے لئے خریدے تھے، کے بدلے ایک یہودی کے ہاں گروی پڑی تھی۔ آپؐ کے پاس مالِ فَیٔ کی جاگیر تھی جس سے آپ ﷺ اپنے گھر والوں کا خرچہ پورا کرکے باقی مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کردیتے تھے، اس کے متعلق بھی آپؐ نے حکم دیا کہ وہ صدقہ ہے، اس سے میرے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا، علاوہ ازیں آپ ﷺ کے ہاتھ پر اتنے عجیب وغریب معجزات اور کرامات ظاہر ہوئیں کہ یہ مضمون ان کی تفصیل کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

www.KitaboSunnat.com

آپؐ وحی کے ذریعے انہیں حال و مستقبل کی خبریں دیتے؛ نیک کام کا حکم دیتے، برے کاموں سے روکتے، طیبات کو حلال کرتے، خبائث کو حرام ٹھہراتے، اس طرح آہستہ آہستہ اپنی شریعت کو نافذ کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کے ذریعے اپنے دین کو مکمل کر دیا اور آپؐ کی شریعت اس طرح مکمل ہوگئی کہ ہر اس نیکی کا حکم دے دیا گیا جسے انسانی ذہن نیکی سمجھتے ہیں، اور ہر اس برائی سے روک دیا گیا جسے عقلیں برائی تصور کرتی ہیں۔ آپؐ نے کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا کہ جواب یہ ملا ہو کہ کاش آپؐ حکم نہ دیتے اور کسی ایسی چیز سے نہیں روکا کہ لوگوں کی طرف سے جواب ملا ہو: کاش آپؐ اس سے نہ روکتے اور آپؐ نے طیبات کو حلال کیا تو اس میں سے اتنی زیادہ چیزیں حرام نہیں کیں جتنی دوسروں کی شریعت میں ہوئیں، آپؐ نے خبائث کو حرام کیا تو ان میں بھی اس قدر خبائث حلال نہیں کی گئیں جتنی دوسری شریعتوں میں حلال کر دی گئیں۔

آپؐ کے اندر گذشتہ انبیا کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ چنانچہ توراۃ، انجیل اور زبور میں، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور یومِ آخرت کے متعلق جو خبریں بیان ہوئی ہے، آپؐ نے انہیں ہر اعتبار سے مکمل طور پر پیش کیا ہے اور ایسی چیزوں سے بھی آگاہ فرمایا جو ان کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ مزید برآں اگر ان کتابوں میں کسی طور پر عدل کے وجوب، انصاف پر فیصلے کرنے اور فضائل اپنانے اور عبادات کرنے کی ترغیب ہے تو آپؐ نے بھی یہ چیزیں بیان کی ہیں اور ان سے بدرجہا بہتر انداز میں بیان کی ہیں۔ اور جب کوئی عقلمند انسان آپؐ کی مشروع کردہ عبادات اور دیگر اُمتوں کی مشروع عبادات پر غور کرے گا تو اسے طریقہ محمدیہؐ کی فضیلت اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائے گا، اسی طرح ہی حدود و احکام اور دیگر مشروع معاملات پر غور کرنے سے اسے آپؐ کی شریعت کا پلڑا وزنی نظر آئے گا۔

اور آپؐ کی امت ہر فضیلت میں، تمام اُمتوں سے بڑھ کر ہے اور جب امتِ محمدیہؐ کے علم کا تمام اُمتوں کے علم سے مقابلہ کیا جائے تو اس کے علم کی فضیلت آشکارا ہو جائے گی۔ اور جب امتِ محمدیہ کے دین، ان کی عبادت اور ان کی اطاعت فرمانبرداری کا مقابلہ دوسری امتوں سے کیا جائے گا تو پتہ چل جائے گا کہ یہ اُمت دوسروں سے زیادہ دیندار ہے۔ اور جب ان کی شجاعت، جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کی خاطر تکالیف برداشت کرنے کا مقابلہ دیگر امتوں سے کیا جائے تو پتہ چل جائے گا کہ امتِ محمدیہؐ سب سے بہادر اور دلیر ہے۔ اور جب اس کی سخاوت، صدقہ و خیرات، دلی طہارت اور درگزر و معافی کا موازنہ دیگر امتوں سے کیا جائے گا تو یہ ان سے زیادہ سخی اور زیادہ کریم النفس نظر آئے گی۔ اور آپؐ کے امتیوں کو یہ خوبیاں آپؐ ہی کی بدولت نصیب ہوئیں اور انہوں نے آپؐ سے ہی سیکھیں، کیونکہ آپؐ نے ہی ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کریں، اس لئے کہ وہ آپؐ سے پہلے کسی ایسی کتاب کے پیروکار نہ تھے جس کی آپؐ تکمیل کرنے آئے ہوں جس طرح کہ حضرت عیسیٰ توراۃ کی تکمیل کیلئے آئے۔

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت مسیح یسوع علیہ السلام کے پیروکاروں کے فضائل ومحاسن اوران کے علوم کے کچھ حصے تورات سے، کچھ زبور سے اور کچھ گذشتہ نبوتوں اور کچھ مسیح علیہ السلام سے اور کچھ ان کے حواریوں اور حواریوں کے حواریوں سے ماخوذ تھے اورانہوں نے فلاسفہ وغیرہ کے اقوال سے بھی فائدہ اٹھایا تھا اور جب انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دین میں تحریف کرنا شروع کی تو کفار کی ان باتوں کو بھی دین مسیح میں داخل کردیا جو صریحاً ان کے دین کے خلاف تھیں۔ جبکہ سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی آپؐ سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے، بلکہ ان کی اکثریت، آپؐ ہی کی بدولت حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، توراۃ انجیل اور زبور پر ایمان لائے، کیونکہ آپؐ نے انہیں تمام گذشتہ انبیا پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر نازل شدہ کتابوں کو تسلیم کرنے کا حکم دیا اور انہیں انبیا کے درمیان تفریق کرنے سے روکا، آپؐ جس کتاب کو لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ، فَاِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ، فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (البقرۃ:۱۳۶،۱۳۷)

''تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کلام پر بھی جو ہماری طرف نازل ہوا اور اس پر بھی جو ابراہیمؑ اسماعیلؑ واسحاقؑ ویعقوبؑ اور ان کی اولاد کی طرف نازل ہوا اور اس پر بھی جو موسیٰ وعیسیٰ کو عطا ہوا اور اس پر بھی جو تمام انبیا اپنے ربّ کی طرف سے دیئے گئے۔ ہم ان کے درمیان کسی طرح کی تفریق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے تو وہ ہدایت یافتہ ہوگئے اور اگر وہ پھر جائیں تو وہ سراسر کم بختی میں ہیں اور عنقریب اللہ ہی ان سے نپٹے گا اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ..... لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَاتُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:۲۸۵)

www.KitaboSunnat.com

''رسولؐ اس چیز پر ایمان لایا جو اس پر اس کے ربّ کی طرف سے نازل ہوا اور مؤمنین بھی، وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے ربّ ہم تجھ سے مغفرت کے طلبگار ہیں اور تیری طرف لوٹنا ہے..... اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر (شرع کا بوجھ اٹھانے کی) تکلیف نہیں دیتا، اس کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا اور اس پر اتنا ہی (بار) ہے جتنا اس نے کمایا..... اے ہمارے ربّ! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ فرما اور ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈال جس طرح تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں اس بوجھ کے اٹھانے کی تکلیف نہ دے جس کی ہم میں طاقت نہیں ہے اور ہمیں معاف فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مولیٰ ہے، تو کافروں کی قوم پر ہماری نصرت فرما''

[ماخوذ از الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح..... امام ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ]

قارئین سے دعا کی درخواست ہے!

❑ اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ (خواتین ونگ) کی وائس پریزیڈنٹ مسز عصمت لطیف ۲۳/ اپریل ۲۰۰۲ء کو کینسر کے مرض میں وفات پا گئیں، آپ ٹرسٹ کی نہایت مخلص اور سرگرم رُکن تھیں۔ مرحومہ نے قرآنِ کریم کا تفسیر و ترجمہ مسز رضیہ مدنی سے پڑھا اور تکمیل کے بعد سے اپنے آپ کو قرآن کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ لاہور میں 'الہدیٰ انٹرنیشنل' کی سرگرمیوں میں آپ شرکت کیا کرتیں۔ ادارہ جناب جنرل (ر) راحت لطیف کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اور ان کی اولاد کو صبر واستقامت عطا فرمائیں اور مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیں۔ آمین!

❑ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کی آنکھوں کا آپریشن اسی ماہ ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ ان دنوں جامعہ میں تدریس نہیں کر رہے، فتویٰ نویسی کا کام بھی متاثر ہے، اللہ تعالیٰ انہیں شفاءِ کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین!

❑ ماہنامہ محدث کی اشاعت و ترسیل میں سرگرم پیرانہ سال کارکن عبدالغفار کے والد ۸۰ برس کی عمر میں وفات پا گئے، اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور مرحوم کی غلطیوں، کوتاہیوں کو معاف فرمائیں

❑ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فاضل، حافظ عبدالوحید مدیر ہفت روزہ 'الاعتصام' کے والدِ گرامی کی وفات پر ادارہ ان سے تعزیت کرتا ہے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

www.KitaboSunnat.com

تحریکِ اہل حدیث

عبدالرشید عراقی

ولی اللّٰہی سلسلہ کے مدارس و جامعات

علمائے اہل حدیث کی تدریسی خدمات

عموماً دو نظام ہائے تعلیم کو مسلمانانِ برصغیر کے تعلیمی رجحانات کی بنیاد بنایا جاتا ہے، ایک مدرسہ علی گڑھ اور دوسرا دار العلوم دیوبند۔ انہی کے حوالے سے آگے تعلیمی اور فکری ارتقا کی بحث کی جاتی ہے اور یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ دینی مدارس اور سکول و کالج کا یہی نقطہ آغاز تھا۔ جبکہ تاریخی طور پر یہ بات درست نہیں، مدرسہ علی گڑھ تو مسلمانوں میں انگریز سرکار کی وفاداری اور بدیسی تہذیب سے مرعوبیت کی طرف ایک نمایاں قدم کہا جاسکتا ہے، جس کا تصور اس سے قبل مسلمانوں میں نہیں ملتا لیکن مدارسِ دینیہ کا نقطہ آغاز دار العلوم دیوبند کو قرار دینا علمی خیانت کے مترادف ہے۔ کیونکہ اس سے قبل بھی مسلمانوں کے روایتی دینی مدارس کا سلسلہ قدیم سے چلا آرہا تھا، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خانوادے نے جو تدریسی اصلاحی خدمات انجام دیں، وہ بھی دار العلوم دیوبند سے دو صدیاں تو پرانی ہیں ہی۔

یعنی اس تاریخی تذکرے میں اس فکری اصلاح کو عمداً نظر انداز کیا جاتا ہے جو جمود و تقلید کے خلاف شاہ ولی اللہؒ نے چلائی اور اجتہاد کے احیا کے ساتھ سنت کی طرف رجوع وغیرہ کے رجحانات اس میں پیدا کئے۔ اسی فکری تحریک نے مدرسۂ دیوبند اور دیگر روایتی مدارس میں حدیثِ نبوی کی طرف توجہ اور اہتمام کو فروغ دیا۔ خلاصہ یہ کہ فکری طور پر اگر علی گڑھ کی تحریک الحاد و تجدد کی داعی تھی تو دار العلوم دیوبند یک سالہ دورۂ حدیث کے باوجود مخصوص فقہ حنفی کی تنگ نائیوں سے باہر نہ آسکا۔ ان دونوں انتہائی نکتہ ہائے نظر (تقلید والحاد) کے مابین راہِ اعتدال (اجتہاد) کی علمبردار تحریکِ اہل حدیث بھی تھی، جس کے تدریسی ادارہ جات کے تعارف کے لیے درج ذیل مضمون ہدیۂ قارئین ہے۔

ماہنامہ 'محدث' لاہور کی جنوری ۲۰۰۲ء کی اشاعت پیش نظر ہے جس میں مولانا زاہد الراشدی کا مضمون بعنوان 'دینی مدارس اور بنیاد پرستی' شائع ہوا ہے، صفحہ ۴۵ پر مولانا زاہد الراشدی لکھتے ہیں:

> ''نئے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیمی ضروریات کے دو حصوں میں تقسیم ہوجانے کے بعد اہل دانش نے مستقبل کی طرف توجہ دی، سرسید احمد خان نے ایک محاذ سنبھال لیا اور دفتری و عدالتی نظام میں مسلمانوں کو شریک رکھنے کے لئے انگریزی تعلیم کی ترویج کو اپنا مشن بنایا جبکہ دینی و قومی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے دینی تعلیم کا محاذ فطری طور پر علماء کرام کے حصہ میں آیا اور اس سلسلہ میں سبقت اور پیش قدمی کا اعزاز مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے رفقا کا حاصل ہوا۔''

دار العلوم دیوبند کا قیام ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں عمل میں آیا اور اس سے ۲۵ سال پہلے مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ سرخیل اہل حدیث، مسجد اورنگ آبادی، دہلی میں ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء میں قائم کرکے تدریس فرما

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے تو مولانا محمد قاسم نانوتوی اوران کے رفقا کوسبقت کیسے حاصل ہوگئی؟

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے والدمحترم حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء میں دہلی میں مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد رکھی۔ جس میں آپ اپنی وفات ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۹ء تک تدریس فرماتے رہے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم کے بعد ان کے فرزند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنے انتقال ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء تک مدرسہ رحیمیہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد ان کے صاحبزادگان حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالغنی دہلویؒ نے 'مدرسہ رحیمیہ' دہلی میں تدریس فرمائی۔ ان چاروں بھائیوں میں سب سے آخر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء میں وفات پائی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے انتقال کے بعد ان کے نواسہ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کا فیضان جاری ہوا جو ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء تک دہلی میں تدریس فرماتے رہے۔ ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ میں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ نے مکہ معظّمہ ہجرت کی اور ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء میں مکہ معظّمہ میں انتقال کیا۔

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے مکہ معظّمہ ہجرت کرنے کے بعد ان کے جانشین☆ شیخ الکل فی الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدثؒ دہلوی (م ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) ہوئے جو ۶۲ سال تک دہلی میں کتاب وسنت کی تعلیم دیتے رہے اوراس عرصہ میں ہزاروں طلباء ان سے مستفید ہوئے۔

مدرسہ عربیہ، دیوبند کا قیام

مدرسہ عربیہ، دیوبند کا قیام ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء کوعمل میں آیا، سید محبوب رضی اپنی کتاب 'تاریخ دیوبند'

☆ اس کا اعتراف مولانا زاہد الراشدی کو بھی ہے، وہ اپنی تصنیف 'دینی مدارس کی مثالی خدمات' مطبوعہ مکہ کتاب گھر، الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور (اپریل ۲۰۰۱ء) کے پیش لفظ مؤرخہ ۲۰/ مارچ ۲۰۰۱ء میں لکھتے ہیں:

''جہادِ بالاکوٹ کے بعد جب حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ ہجرت کر کے حجازِ مقدس چلے گئے تو ان کی جگہ دہلی کی مسندِ حدیث پر حضرت میاں نذیر حسین دہلویؒ متمکن ہوئے جن کا رجحان حنفیت سے گریزاں اس مکتبِ فکر کی طرف تھا جو بعد میں اہل حدیث سے موسوم ہوا۔'' (ص ۷،۸)

اسی پیش لفظ میں وہ 'درسِ نظامی' کے بانی ملا نظام الدین سہالویؒ (متوفی ۱۱۶۱ھ) کے سلسلہ درس کا اضافہ کرتے ہوئے 'مدرسہ عربیہ' بعد ازاں 'دارالعلوم دیوبند' کی طرف سے درسِ نظامی میں دورۂ حدیث کے اضافے کا ذکر بھی کرتے ہیں جس کا بنیادی سبب حضرت میاں سید نذیر حسین دہلویؒ کا وہ طرزِ تدریس حدیث ہی تھا۔

اگرچہ حضرت میاں نذیر حسین دہلوی کا لقب 'شیخ الکل فی الکل' اسی لئے معروف ہوا کہ وہ تمام علوم ہی پڑھاتے تھے یعنی یہ جانشینی صرف حدیث کی طرزِ تدریس کے اعتبار سے ہی نمایاں نہ تھی بلکہ یہ ایک کامل مدرسہ تھا۔ واضح رہے کہ ماضی قریب تک مدارس کا اصل تعارف کسی ایک بڑی علمی شخصیت کے حوالے سے ہی چلا آتا ہے جو 'شیخ الحدیث' کہلاتا ہے۔ تشنگانِ علوم اسی کی شہرت کی بنا پر مدارسِ عربیہ میں جوق در جوق داخل ہوتے تھے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

میں لکھتے ہیں کہ

''۱۵رمحرم الحرام ۱۲۸۳ھ/۳۰مئی ۱۸۶۶ء بروز پنج شنبہ..... ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ کا وہ مبارک ومسعود دن تھا جس میں مدارسِ دینیہ کے سابقہ طریق کے بجائے بالکل ایک نئے انداز سے دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا'' (تاریخ دیوبند: ص ۳۱۷، طبع دیوبند ۱۹۷۲ء)

مشہور دیوبندی عالم مولانا سید اصغر حسین صاحب لکھتے ہیں:

''دیوبند میں خدا تعالیٰ کے مقبول اور سراپا اخلاص بندوں کی تجویز سے ۱۵رمحرم ۱۲۸۳ھ کو ایک عربی مدرسہ کا اجرا ہوا'' (حیات شیخ الہند طبع دیوبند ۱۹۴۸ء ص ۹)

مدرسہ میاں سید نذیر حسین دہلویؒ (پھاٹک حبش خاں)

حضرت میاں سید محمد نذیر حسین دہلوی نے ۱۲۵۸ھ/۱۸۴۲ء کو دہلی میں تدریس کا آغاز کر دیا تھا اور مدرسہ دیوبند ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں قائم ہوا۔ یعنی مدرسہ دیوبند کے قیام سے ۲۵ سال پہلے دہلی میں اہل حدیث کا مدرسہ قائم ہو چکا تھا۔

دہلی کے دوسرے اہل حدیث مدارس: حضرت میاں کے مدرسہ کے ساتھ ساتھ دہلی میں مدرسہ حاجی علی جان، مدرسہ سبل السلام واقع مسجد پھاٹک حبش خان، مدرسہ دارالسلام واقع مسجد صدر بازار دہلی، مدرسہ سعیدیہ عربیہ واقع مسجد پل بنگش دہلی، مدرسہ ریاض العلوم دہلی اور مدرسہ زبیدیہ واقع محلّہ نواب گنج، مدرسہ فیاضیہ اور مدرسہ محمدیہ اجمیری دروازہ دہلی میں اپنے اپنے حلقے میں کام کر رہے تھے۔

دیگر مدارس: برصغیر (پاک و ہند) میں علمائے اہل حدیث نے دینی مدارس اور جامعات کا ایک جال بچھا دیا تھا اور ان مدارس نے دینی علوم وفنون کی اشاعت میں ایک بھرپور کردار ادا کیا۔ بحمداللہ آج بھی اہل حدیث مدارس قائم و دائم ہیں اور کتاب وسنت کی تعلیم میں سرگرمِ عمل ہیں اور ان کی علمی رِفعت مسلم ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

مدرسہ احمدیہ، آرہ

اس مدرسہ کی بنیاد حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ کے تلمیذِ رشید مولانا حافظ ابراہیم آرویؒ (م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء) نے ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء میں رکھی۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۳ء) مولانا حافظ ابراہیم آرویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

''مولوی سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کے شاگردوں میں حافظ ابراہیم آروی خاص حیثیت رکھتے تھے وہ نہایت خوشگوار اور پردرد واعظ تھے۔ وعظ کہتے تو خود روتے اور دوسروں کو رُلاتے۔ نئی باتوں میں اچھی باتوں کو پہلے قبول کرتے۔ چنانچہ نئے طرز پر انجمن علما اور عربی مدرسہ اور اس میں دارالاقامہ

www.KitaboSunnat.com

کی بنیاد کا خیال انہی کے دل میں آیا۔ انہی نے ۱۸۸۸ء/۱۳۰۵ھ میں مدرسہ احمدیہ کے نام سے ایک مدرسہ آرہ میں قائم کیا اور اس کے لئے مذاکرۂ علمیہ کے نام سے ایک مجلس بنائی جس کا سال بہ سال جلسہ آرہ میں ہوتا۔'' (حیاتِ شبلی: ص۳۸۲)

سید صاحب تراجم علمائے حدیث ہند مؤلفہ مولوی ابویحییٰ امام خان نوشہرویؒ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''مولانا سید نذیر حسین دہلوی کی درسگاہ کے ایک مولانا ابراہیم صاحب آرویؒ تھے، جنہوں نے سب سے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔'' (تراجم علمائے حدیث ہند ص۳۶)

مولوی ابویحییٰ امام خان نوشہرویؒ (۱۹۶۶ء) لکھتے ہیں:

''مدرسہ احمدیہ آرہ اپنے عہد میں اہل حدیث بہار کی یونیورسٹی تھی، جس میں تمام حصص ملک کے طلبا حاضر رہے۔'' (ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص۱۴۹)

اس مدرسہ کی عظمت کا اندازہ اس کے اساتذہ وشیوخ سے لگ سکتا ہے:

مولانا حافظ ابراہیم آرویؒ، مولانا محمد سعید بنارسیؒ، مولانا حافظ عبداللہ غازیپوریؒ، مولانا محمد اسحاق ظفر غازی پوریؒ، مولانا عبدالقادر مئویؒ، اور مولانا سید نذیر الدین احمد بنارسیؒ وغیرہم نے مدرسہ احمدیہ آرہ میں وقتاً فوقتاً تدریسی خدمات انجام دیں۔ اور اس مدرسہ سے جو علما مستفیض ہوئے، وہ خود بعد میں مسند تدریس پر فائز ہوئے مثلاً مولانا شاہ عین الحق پھلوارویؒ، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ صاحبِ سیرۃ البخاری، مولانا عبدالغفور حاجی پوریؒ، اور مولانا ابوبکر محمد شیث جون پوریؒ صدر شعبہ علومِ دینیہ، مسلم یونیورسٹی وغیرہم۔

مدرسہ احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ

دربھنگہ صوبہ بہار کا ایک مشہور شہر ہے۔ اس کے محلّہ لہریا سرائے میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ (م۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) جو حضرت میاں صاحب دہلوی کے شاگرد تھے۔ بڑے سرگرم واعظ اور بے نظیر مناظر تھے، نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسہ میں مولانا رحیم آبادی کے علاوہ مولانا عبدالجلیل مظفر پوریؒ اور مولانا عین الحق دربھنگویؒ تدریس فرماتے رہے۔

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ اس مدرسہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ڈاکٹر سید محمد باقرؒ اس مدرسہ کے نگران مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر سید محمد باقر اپنے علاقے کی نامور شخصیت تھے، بہار اسمبلی کے ممبر بھی رہے۔ ڈاکٹر صاحب کے دورِ نظامت میں اس مدرسہ نے بڑی ترقی کی، ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند ڈاکٹر سید عبدالحفیظؒ اس مدرسہ کے مہتمم ونگران مقرر ہوئے۔ ان کے دور میں بھی

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ ترقی کی طرف گامزن رہا۔ یہ مدرسہ آج بھی کتاب وسنت کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے۔ ڈاکٹر سید عبدالحفیظ کا انتقال ہو چکا ہے۔صوبہ بہار کے اکثر علماء اہل حدیث اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ مدرسہ احمدیہ سلفیہ، دربھنگہ کے علاوہ صوبہ بہار کے اکثر شہروں میں اہل حدیث مدارس قائم ہیں۔

مظفر پور (بہار) میں مولانا عبدالنور مرحوم جو حضرت میاں صاحب دہلویؒ کے شاگرد تھے، ۱۹۲۵ء میں دارالتکمیل کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ کے علاوہ مظفر پور میں دو اور مدرسے مدرسہ احمدیہ اور جامع العلوم تھے۔

جامعہ ازہر

یہ مدرسہ مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادیؒ (م۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) صاحبِ عون المعبود علیٰ سنن ابی داؤد کے خلف اکبر مولانا محمد ادریس ڈیانویؒ (م۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) نے قائم کیا تھا اور یہ مدرسہ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء میں قائم ہوا اور ۱۹۴۷ء تک کتاب وسنت کی شمع روشن کرتا رہا۔ تقسیم ملک پر حکیم محمد ادریس ڈیانویؒ ہجرت کر کے ڈھاکہ چلے گئے اور یہ مدرسہ ختم ہوگیا۔

جامعہ عربیہ دارالعلوم، عمرآباد (مدراس)

یہ مدرسہ حاجی محمد عمر مرحوم نے قائم کیا تھا اور اب تک کتاب وسنت کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے اس مدرسہ کے فارغ التحصیل 'عمری' کہلاتے ہیں۔حضرت العلام مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ (م۱۹۸۵ء) اس مدرسہ میں چار سال تک تدریس فرماتے رہے۔ مولانا علم الدین سوہدروی مرحوم بھی حضرت محدث گوندلوی مرحوم کے ساتھ مدراس گئے تھے۔ اور تقریباً ۲ سال تک وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ افضل العلما مولانا محمد یوسف کوکنؒ مصنفِ 'امام ابن تیمیہؒ' اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔

جامعہ محمدیہ عربیہ، رائدرک (مدراس)

جنوبی ہند میں ایک عظیم الشان مدرسہ ہے اور تقریباً ۳۵ سال سے دینی خدمات بجا لانے میں مصروف ہے۔ جنوبی ہند میں کتاب وسنت کی تعلیمات عام کرنے اور مسلکِ اہل حدیث کی اشاعت میں اس کا تاریخی کردار مسلم ہے۔

بنارس کے مدارس

بنارس صوبہ یو پی (اتر پردیش) کا مشہور شہر ہے اور ہندوؤں کا ایک متبرک مقام ہے۔ ہندو یونیورسٹی بھی بنارس میں ہے۔ بنارس میں مسلکِ اہل حدیث کے کئی ایک مدارس تھے جن کی مختصر تفصیل

www.KitaboSunnat.com

درج ذیل ہے:

تدریس

۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء میں مولانا سید جلال الدین احمد جعفری ہاشمیؒ (م ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء) نے قائم کیا تھا اور یہ مدرسہ دارالعلوم دیو بند سے چار سال قبل قائم ہوا۔ اس مدرسہ میں مولانا جلال الدین احمدؒ کے علاوہ ان کے صاحبزادگان مولانا سعید الدین احمد جعفری ہاشمیؒ (م ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء) مولانا سید مجیدالدین احمد جعفری ہاشمیؒ (م ۱۲۹۸ھ/۱۸۷۸ء)، مولانا سید حمیدالدین احمد جعفری ہاشمیؒ (م ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء)، مولانا سید شہید الدین احمد جعفری ہاشمیؒ (م ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء) اور مولانا سید عبدالکبیر بہاریؒ (م ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) تدریس فرماتے رہے..... اس مدرسہ کے دورِ ثانی میں مولانا سید نذیرالدین احمد جعفری ہاشمیؒ بن مولانا سید حمیدالدین احمد جعفری ہاشمیؒ (م ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء) اور مولانا سید بشیرالدین احمد جعفری ہاشمیؒ بن مولانا سید شہیدالدین احمد جعفری ہاشمیؒ (م ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) تدریسی خدمات انجام دیتے رہے..... دورِ ثالث میں اس مدرسہ میں مولانا ابوالقاسم بنارسیؒ (م ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) اور مولانا حکیم عبدالمجیدؒ اور مولانا عبدالآخر بنارسیؒ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

مدرسہ مصباح الہدیٰ (جامعہ رحمانیہ) محلّہ مدن پورہ، بنارس

یہ مدرسہ حافظ عبدالرحمٰن مرحوم ساکن بنارس نے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء میں قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ کے صدر مدرّس مولانا محمد منیر خان مرحوم تھے۔ جو مولانا احمد علی سہارنپوریؒ محشّی صحیح بخاری (م ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) مولانا محمد سعید بنارسیؒ (م ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) سے مستفیض تھے، یہ مدرسہ اب بھی جاری ہے۔

مدرسہ سعیدیہ، بنارس

یہ مدرسہ مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ (م ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) نے ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں قائم کیا تھا۔ مولانا محمد سعید بنارسی، حضرت حافظ عبداللہ غازیپوریؒ (م ۱۲۳۷ھ/۱۹۲۰ء) مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ اور علامہ حسین بن محسن انصاری یمانیؒ (م ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) سے مستفیض تھے۔ مولانا محمد سعید بنارسی کے بعد مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (م ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) اور مولانا سید نذیرالدین احمد جعفری ہاشمیؒ بھی تدریس فرماتے رہے۔

اس مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے والوں میں مولانا محمد سعید بنارسیؒ کے صاحبزادگان مولانا ابومسعود قمر بنارسیؒ، مولانا قاری احمد سعید بنارسیؒ، مولانا عبدالآخر بنارسیؒ اور دوسرے بے شمار حضرات تھے۔

www.KitaboSunnat.com

جامعہ سلفیہ، بنارس

اس وقت ہندوستان میں اہل حدیث مدارس میں اس مدرسہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔اس مدرسہ کے پہلے شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد دہلوی رحمانیؒ تھے۔ جو املوضلع اعظم گڑھ کے باسی تھے اور عراقی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۶۵ء/۱۳۱۵ھ میں انتقال کیا۔ مولانا نذیر احمد رحمانی کے بعد مولانا عبدالواحد رحمانی مرحوم بھی اس مدرسہ کے صدر مدرّس رہے۔ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری جنہوں نے مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ (م ۱۹۳۰ء/۱۳۴۹ھ) کی مشہور زمانہ کتاب 'رحمۃ للعالمینؐ' کا عربی میں ترجمہ کیا ہے اور اس کے علاوہ مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (م ۱۹۶۸ء/۱۳۸۷ھ) کی چار کتابوں..... مسئلہ حیات النبی ﷺ، تحریک آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی، زیارۃ القبور اور اسلامی حکومت کے ضروری اجزا..... کا بھی عربی میں ترجمہ کیا ہے، اس جامعہ کے وکیل (نائب مہتمم) ہیں۔

جامعہ سلفیہ بنارس کا اپنا پریس ہے۔ اس وقت تک تقریباً دوسو سے زیادہ عربی اور اُردو میں کتابیں شائع کر چکا ہے اور اس کے دو ماہوار علمی رسالے ماہنامہ 'محدث' بنارس اردو میں اور عربی میں 'صوت الامۃ' شائع ہوتا ہے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری مصنف 'الرحیق المختوم' اس مدرسہ میں مدرّس رہے ہیں۔ مولانا محمد مستقیم سلفی مصنف 'جماعتِ اہل حدیث کی تصنیفی خدمات' اسی مدرسہ میں حدیث کے استاد ہیں۔ جامعہ سلفیہ بنارس نے اس وقت ہندوستان میں دارالعلوم ندوۃ العلما، لکھنؤ، اور دارالعلوم دیوبند کی برابری کا مقام حاصل کرلیا ہے۔

مدرسہ دارالکتاب والسنۃ، دہلی

یہ مدرسہ مولانا عبدالوہاب ملتانی (م ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء) نے صدر بازار، دہلی میں قائم کیا تھا اور یہ مدرسہ اب تک کتاب وسنت کی شمع روشن کئے ہوئے ہے۔ اس مدرسہ کے شیخ الحدیث مولانا عبدالوہاب دہلویؒ تھے۔ اس مدرسہ سے جلیل القدر علما مستفیض ہوئے مثلاً مولانا عبدالستار دہلوی، خطیبِ ہند مولانا محمد جونا گڑھیؒ ایڈیٹر اخبارِ محمدی دہلی، اور مولانا محمد سورتیؒ وغیرہم۔

مدرسہ چشمہ رحمت، غازی پور

یہ مدرسہ مولانا رحمت اللہ فرنگی محلّیؒ (م ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۸ء) نے قائم کیا تھا۔ مولانا رحمت اللہ، حنفی المسلک تھے۔ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ نے اپنی تعلیم کا آغاز اس مدرسہ سے کیا تھا اور اس مدرسہ میں

www.KitaboSunnat.com

آپ نے مولانا رحمت اللہؒ کے علاوہ مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹیؒ (م ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) سے استفادہ کیا تھا۔ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں محدث غازی پوری حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں شیخ عباس یمنیؒ تلمیذ امام محمد بن علی شوکانیؒ سے حدیث کی سند واجازہ حاصل کی اور حجاز سے واپسی کے بعد محدث غازیپوریؒ نے اس مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ یہ مدرسہ مسلکِ اہل حدیث پر کاربند ہوگیا۔

حافظ عبداللہ غازی پوریؒ نے اس مدرسہ میں سات سال تک (یعنی ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء تک) حدیث رسول اللہ ﷺ کا درس دیا۔ اس کے بعد آپ مولانا حافظ ابراہیم آرویؒ کی دعوت پر مدرسۂ احمدیہ، آرہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ۲۰ سال تک یعنی ۱۳۲۷ھ تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد آپ دہلی تشریف لے آئے اور دہلی میں آپ نے مدرسہ حاجی علی جان اور مدرسہ ریاض العلوم میں درس وافادہ کا بازار گرم رکھا اور سینکڑوں طلبا کو علمی فیوض سے بہرہ ور کیا۔ آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں:

مولانا محمد سعید بنارسیؒ، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ صاحبِ تحفۃ الاحوذی، مولانا شاہ عین الحق پھلوارویؒ، مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ صاحبِ سیرۃ البخاری، مولانا محمد اکبر شیث جونپوریؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (گوجرانوالہ) وغیرہم

دارالحدیث رحمانیہ، دہلی

اس کے قیام کا پس منظر یہ ہے کہ امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ وزیرآبادیؒ (م ۱۹۷۵ء/۱۳۹۵ھ) دیوبند تشریف لے گئے۔ جب آپ مدرسہ دیوبند میں پہنچے تو مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۹۳۲ء/۱۲۵۱ھ) حدیث کا درس دے رہے تھے۔ حضرت صوفی صاحب مرحوم بھی شاہ صاحب کے درس میں بیٹھ گئے۔ جب شاہ صاحب درس سے فارغ ہوئے تو صوفی صاحب نے شاہ صاحب سے فرمایا:

''آپ حدیث کا درس دے رہے تھے یا حدیث پر تنقید فرما رہے تھے، آپ کا سارا درس حدیث پر تنقید اور تردید پر مشتمل تھا۔''

طلباء حضرت صوفی صاحب کی اس بات کو برداشت نہ کرسکے اور ان کے ساتھ گستاخی پر اتر آئے۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم صوفی صاحبؒ کے نام اور کام سے واقف تھے۔ آپ نے طلبا کو سختی سے منع کیا۔ اس کے بعد صوفی محمد عبداللہ، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو دیوبند کے واقعہ سے مطلع کیا اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ اہل حدیث جماعت کو بھی ایک مدرسہ قائم کرنا چاہئے۔ مولانا رحیم آبادی نے صوفی صاحب سے اس بات پر اتفاق کیا۔ شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن دونوں بھائی دہلی کے بڑے تجار میں شمار ہوتے تھے اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ سے ان دونوں

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کے دیرینہ مراسم تھے۔ چنانچہ مولانا رحیم آبادی نے دہلی جا کر شیخ برادران سے دیوبند کا واقعہ بیان کیا اور انہیں تحریک دی کہ دہلی میں آپ ایک مثالی مدرسہ قائم کریں۔

چنانچہ شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن نے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی تحریک پر ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں 'دارالحدیث رحمانیہ' کے نام سے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور باڑہ بند وارڈ میں ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی۔ ہوسٹل (دارالاقامہ) علیحدہ تعمیر کرایا اور اس مدرسہ کا سارا انتظام اور طلبا کی خوراک وغیرہ کا انتظام بھی اپنے ذمہ لیا۔ یہ مدرسہ ۱۹۴۷ء تک کتاب وسنت کی اشاعت میں سرگرم عمل رہا۔

اس مدرسہ کے اولین اساتذہ یہ مقرر ہوئے: مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ، مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھیؒ، مولانا غلام یحییٰ کانپوریؒ اور مولانا عبدالرحمٰن نگرنہسویؒ۔ اس کے بعد اس مدرسہ میں مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ، مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ، مولانا عبید اللہ رحمانیؒ، مولانا نذیر احمد رحمانیؒ اور مولانا شیخ محمد عبدہٗ الفلاحؒ جیسے نابغہ روزگار علما نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ (م ۱۹۶۴ء/۱۳۶۴ھ) اس کے اوّلین ممتحن اور مدیر تعلیم مقرر ہوئے اور اس مدرسہ کے آخری وجود، قیامِ پاکستان تک اس منصب پر فائز رہے۔

اس مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبا اپنے نام کے ساتھ 'رحمانی' لکھتے ہیں۔ اس مدرسہ کی ایک بہت لائبریری بھی تھی اور دارالحدیث رحمانیہ کا ایک ماہوار آرگن 'محدث' کے نام سے شائع ہوتا تھا۔ جس کا سالانہ چندہ صرف چار آنے تھا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں یہ مدرسہ ختم ہوگیا۔ شیخ عطاء الرحمٰنؒ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہابؒ دارالحدیث کی لائبریری بنارس میں 'جامعہ سلفیہ' کے حوالہ کر کے کراچی آ گئے۔☆

☆ چونکہ 'رحمانیہ' کے معاون مدیر تعلیم ممتحن حافظ عبداللہ روپڑیؒ کے بردارِ خورد شیخ التفسیر حافظ محمد حسین (والدِ گرامی مدیر اعلیٰ محدث) تھے جبکہ امتحان کی نگرانی بطورِ خاص خطیبِ ملت حافظ محمد اسمٰعیل روپڑیؒ اور مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑیؒ وغیرہم بھی فرماتے تھے، اس لئے اس مدرسہ کا خاص علمی تعلق اس امرتسری/روپڑی خاندان سے تھا۔ اسی مناسبت سے حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے جب گارڈن ٹاؤن/ماڈل ٹاؤن لاہور میں دینی تدریس کے کام کو پھیلایا تو پہلے مدرسہ کا نام 'رحمانیہ' ہی رکھا، اور اس سے ملحق علمی تحقیقی ادارہ کا نام 'مجلس التحقیق الاسلامی' رکھا جس کی طرف سے 'محدث' کے نام سے ہی ماہوار علمی رسالہ ۱۹۷۰ء میں جاری کیا۔ اگرچہ اب یہ درس گاہ ایک اسلامی یونیورسٹی کے طور پر کلیہ الشریعہ، کلیہ القرآن الکریم اور کلیہ العلوم الاجتماعیہ کے علاوہ المعہد العالی للشریعہ والقضاء اور المعہد العالی للدعوۃ والاعلام جیسے اعلیٰ علمی شعبوں پر مشتمل ہے جس کے ساتھ ثانوی درجہ کو ابھی تک 'رحمانیہ' کے نام سے ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ عام طور پر لوگ پاکستان میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بجائے 'رحمانیہ' ہی کے نام سے متعارف ہیں۔ ان کلیات ومعاہد کا معادلہ ملکی اور غیر ملکی یونیورسٹیوں سے ہے اور فارغ التحصیل طلبہ براہِ راست اعلیٰ تحقیق (ڈاکٹریٹ وغیرہ) کے لئے قبول کئے جاتے ہیں۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

ضلع اعظم گڑھ کے اہل حدیث مدارس

اعظم گڑھ صوبہ یوپی (اتر پردیش) کا ایک مشہور شہر ہے، اس کو ضلع کی حیثیت حاصل ہے۔ اس ضلع میں بڑے بڑے نامور علمائے کرام پیدا ہوئے۔ بقولِ اقبال سہیل:

اس خطہ اعظم گڑھ پہ مگر فیضانِ تجلی ہے یکسر
جو ذرّہ یہاں سے اُٹھتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے !

مولانا شاہ ابواسحٰق بھیرویؒ (م۱۲۳۴ھ)، مولانا حفیظ اللہ ہندویؒ (م۱۳۶۴ھ)، مولانا سلامت اللہ جے راجپوریؒ (م۱۳۲۲ھ)، علامہ شبلی نعمانیؒ (م۱۳۳۲ھ)، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ (م۱۳۵۳ھ)، مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (م۱۳۴۲ھ)، مولانا فیض اللہ مئویؒ (م۱۳۱۶ھ)، مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی (م۱۳۵۱ھ)، مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹیؒ (م۱۳۲۷ھ)، مولانا نذیر احمد دہلویؒ (۱۳۸۵ھ) اور مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ (م۱۴۱۶ھ) کا تعلق ضلع اعظم گڑھ سے تھا۔

اعظم گڑھ اور اس کے گردونواح میں اہل حدیث کے جو مدارس تھے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

دارالحدیث، اعظم گڑھ

یہ مدرسہ مولانا فیض اللہ مئویؒ (م۱۳۱۶ھ) نے قائم کیا تھا۔ آپ کے ساتھ دوسرے مدرّس مولانا محمد شکراللہؒ (م۱۳۱۵ھ) تھے۔ اس مدرسہ سے جو نامور علما فارغ ہوئے، ان کے نام یہ ہیں:

ملا حسام الدین مئویؒ (م۱۳۱۰ھ)، مولانا عبدالغفور رانا پوریؒ (م۱۳۰۰ھ)، مولانا حافظ عبدالرحیم مبارکپوریؒ (م۱۳۲۰ھ)، مولانا خدا بخش اعظم گڑھیؒ (۱۳۳۳ھ) اور مولانا ابوالمعالی محمد علی مئوی (م۱۳۵۳ھ)

مدرسہ دارالسنۃ، اعظم گڑھ

یہ مدرسہ مولانا سلامت اللہ جے راجپوری (م۱۳۲۲ھ) نے قائم کیا تھا۔ مولانا سلامت اللہ علمائے اَعلام سے تھے۔ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م۱۳۲۰ھ) کے تلمیذِ خاص تھے۔ اعظم گڑھ کے علاوہ مختلف اہل حدیث مدارس مثلاً بنارس، جونپور، غازی پور اور گونڈہ میں تدریس فرماتے رہے۔ محی السنہ نواب سید صدیق حسن خاں (م۱۳۰۷ھ) کے عہد میں بھوپال میں دینی مدارس کے افسر اعلیٰ بھی رہے۔ شمس العلما مولانا حفیظ اللہ ندویؒ پرنسپل ندوۃ العلما، لکھنؤ اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔

مدرسۂ مبارکپور

یہ مدرسہ مولانا حافظ عبدالرحیم مبارکپوریؒ (م۱۳۲۰ھ) نے قائم کیا تھا۔ آپ کے زمانہ میں علاقہ

www.KitaboSunnat.com

میں حافظِ قرآن نہ تھے۔ آپ نے اپنی توجہ سے لاتعداد لوگوں کو حافظِ قرآن کردیا اور علوم بھی پڑھائے۔ حافظ عبدالرحیمؒ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ صاحبِ تحفۃ الاحوذی (م۱۳۵۳ھ) اس مدرسہ کے نگران و مہتمم مقرر ہوئے، اور انہوں نے باقاعدہ علومِ اسلامیہ کی تدریس کا آغاز کیا۔ مولانا مبارکپوری سے اس مدرسہ میں جن علما نے استفادہ کیا، ان میں مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (م۱۳۴۲ھ) اور ان کے صاحبزادگان مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ (م۱۳۶۴ھ)، مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری (م۱۴۰۲ھ)، مولانا عبدالجبار کھنڈیلویؒ (م۱۳۸۲ھ) اور شیخ تقی الدین الہلالی مراکشیؒ سابق استادِ ادب، ندوۃ العلما، لکھنؤ اور جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ (م۱۹۸۷ء) قابل ذکر ہیں۔

مئو ناتھ بھجن کے مدارس

مئو ناتھ بھجن ضلع اعظم گڑھ کا مشہور قصبہ ہے اور شہر کی کثیر آبادی مسلکِ اہل حدیث سے وابستہ ہے۔ اس شہر میں جماعتِ اہل حدیث کی سالانہ کانفرنس تقریباً ہر سال ہوتی تھی۔ اور پورے ہندوستان سے علمائے اہل حدیث کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی جاتی تھی۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ (م۱۹۴۸ء)، مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ (م۱۹۷۵ء)، مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ (م۱۹۵۹ء) اور مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (م۱۹۶۸ء) وغیرہم مئو ناتھ بھجن تشریف لے جاتے تھے۔ اس شہر میں اہل حدیث مکتبِ فکر کے جو مدارس تھے، ان کی تفصیل یہ ہے:

مدرسہ اسلامیہ، عالیہ

اس مدرسہ کی بنیاد ملا حسام الدین مئوی (م۱۳۱۰ھ) نے ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں رکھی۔ اس مدرسہ کے صدر مدرّس خود ملا حسام الدین تھے۔ مولانا حافظ عبدالرحیم مبارکپوریؒ اور مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی نے اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ ملا حسام الدین مئوی کے انتقال کے بعد مولانا ابوالفیاض عبدالقادر مئوی (م۱۲۳۱ھ/۱۹۱۳ء) اور مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ صاحبِ سیرۃ البخاری (م۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء) اس مدرسہ میں تدریس فرماتے رہے۔

مدرسہ فیض عام

اس مدرسہ کے بانی وصدر مدرّس مولانا عبداللہ شائق (م۱۳۹۴ھ) تھے اور ان کے ساتھ دوسرے مدرّس مولانا محمد سلیمان مئوی (م۱۳۹۸ھ) تھے۔ یہ مدرسہ اب بھی کتاب وسنت کی اشاعت وتعلیم میں مصروفِ عمل ہے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اشاعتِ کتب کی طرف بھی اس کی توجہ ہے۔ اشاعتی

www.KitaboSunnat.com

ادارہ 'اہل حدیث اکیڈمی' کے نام سے قائم ہے۔ اس اکیڈمی کی طرف سے اب تک مولانا محمد جونا گڑھیؒ مرحوم کی تقریباً ۳۰ کے قریب کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ تفسیر ابن کثیر اُردو بنام تفسیر محمدی اور امام ابن قیمؒ کی کتاب إعلام الموقعین کا اردو ترجمہ بنام 'دین محمدی' اس اکیڈمی نے شائع کی ہیں۔

مدرسہ دارالحدیث مطلع العلوم، میرٹھ

اس مدرسہ کی بنیاد مولانا سید امیر حسن سہسوانیؒ (م۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء) نے رکھی تھی اور اس مدرسہ میں وقتاً فوقتاً جن علمائے کرام نے تدریس فرمائی۔ ان کے نام یہ ہیں:

مولانا سید امیر حسن سہسوانیؒ (م۱۲۹۱ھ)، مولانا سید امیر احمد سہسوانیؒ (م۱۳۰۶ھ)، مولانا عبدالقادرؒ بن مولانا غلام رسول قلعویؒ، مولانا حمیداللہ سراوہ (م۱۳۳۰ھ) اور مولانا عبدالحنان علویؒ ایڈیٹر اخبار اہل حدیث گزٹ، دہلی قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ میں مولانا عبدالجبار عمرپوریؒ (م۱۳۳۴ھ) جدِامجد مولانا عبدالغفار حسن، مولانا ضیاء الرحمٰنؒ، مولانا عبدالتواب علی گڑھیؒ اور مولانا حکیم عبیدالرحمٰن عمرپوریؒ وغیرہم شامل ہیں۔

پنجاب کے مدارس

متحدہ پنجاب (مغربی ومشرقی) میں اہل حدیث کے بے شمار مدارس تھے اور صوبہ پنجاب کا کوئی ضلع وتحصیل ایسی نہیں تھی جہاں اہل حدیث کا مدرسہ نہ تھا۔ یہاں صرف مشہور اہل حدیث مدارس کا ذکر کیا جاتا ہے:

مدرسہ محمدیہ، لکھوکے، ضلع فیروز پور

اس مدرسہ کی بنیاد صاحبِ تفسیر محمدی پنجابی مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھویؒ (م۱۳۱۱ھ) نے ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں رکھی تھی۔ اس مدرسہ میں جن علماء نے تدریسی خدمات انجام دیں، ان کے نام یہ ہیں:

مولانا حافظ محمد لکھویؒ (م۱۳۱۱ھ)، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ (م۱۳۱۲ھ)، مولانا عبدالقادر لکھویؒ (م۱۳۴۳ھ)، مولانا محمد علی لکھوی مدنیؒ (م۱۹۷۳ء) اور مولانا عطاء اللہ لکھویؒ (م۱۳۷۴ھ) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس مدرسہ سے بے شمار حضرات مستفیض ہوئے اور ان میں سے بعض خود مسندِ تدریس پر متمکن ہوئے۔ مشہور علماء جو اس مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے، ان کے نام حسبِ ذیل ہیں:

مولانا رحیم بخش لاہوریؒ، مولانا غلام نبی ربانی سوہدرویؒ، مولانا عبدالوہاب صدری دہلویؒ، مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنویؒ، مولانا عبدالقدوس غزنویؒ، مولانا عبدالاول غزنویؒ، مولانا احمد علی غزنویؒ، مولانا

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبداللہ روپڑیؒ، مولانا عبدالجبار کھنڈیلویؒ وغیرہم۔

جامعہ محمدیہ، اوکاڑہ

جامعہ محمدیہ لکھوکے، قیام پاکستان کے بعد اوکاڑہ (مغربی پنجاب) منتقل ہوگیا۔ اس مدرسہ کے نگران و مہتمم مولانا معین الدین لکھوی بن مولانا محمد علی لکھوی مدنی ہیں۔ اس مدرسہ سے بے شمار حضرات نے تعلیم حاصل کی ہے۔ مولانا عبدالجبار کھنڈیلویؒ، مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالویؒ اور مولانا عبداللہ امجد چھتویؒ اس مدرسہ میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز رہے ہیں۔

مدرسہ غزنویہ (تقویۃ الاسلام) امرتسر

اس مدرسہ کی بنیاد مولانا سید عبداللہ غزنوی (م۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) نے رکھی۔ آپ کے ساتھ دوسرے مدرّس مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (م۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) تھے۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادۂ گرامی مولانا سید عبدالجبار غزنوی (م۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) اس مدرسہ کے نگران و مہتمم مقرر ہوئے تو انہوں نے مدرسہ غزنویہ کی بجائے 'تقویۃ الاسلام' نام رکھا۔

اس مدرسہ میں وقتاً فوقتاً جن علمائے کرام نے تدریسی خدمات انجام دیں، ان کے نام یہ ہیں:

مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنویؒ (م۱۳۰۰ھ)، مولانا عبدالجبار غزنویؒ (۱۳۳۱ھ)، مولانا سید عبدالاوّل غزنویؒ (م۱۳۱۳ھ)، مولانا عبدالرحیم غزنویؒ (م۱۳۴۲ھ)، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا ابواسحٰق نیک محمد، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ (م۱۹۶۳ء) اور حافظ محمد حسین امرتسری روپڑیؒ (م ۱۹۵۸ء) قابل ذکر ہیں۔

اس مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے والوں میں قابل ذکر علمائے کرام یہ ہیں:

مولانا حافظ عبداللہ روپڑیؒ (م۱۹۶۴ء)، مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ (م۱۹۸۵ء)، مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (م۱۹۶۸ء) اور مولانا فقیر اللہ مدراسیؒ (م۱۹۲۳ء)

مدرسہ تقویۃ الاسلام، لاہور

مولانا سید عبدالجبار غزنویؒ کے انتقال ۱۹۱۳ء کے بعد مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ تقویۃ الاسلام امرتسر کے ناظم مقرر ہوئے اور قیامِ پاکستان ۱۹۴۷ء تک آپ دارالعلوم تقویۃ الاسلام کا انتظام و انصرام بڑے احسن طریقے سے چلاتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ امرتسر سے ہجرت کرکے لاہور تشریف لے آئے اور شیش محل روڈ لاہور پر تقویۃ الاسلام کا دوبارہ اجرا کیا۔ یہ مدرسہ اب بھی کتاب وسنت کی شمع کو روشن کئے ہوئے ہے۔ ۱۹۶۳ء تک مولانا غزنوی مرحوم اس کے ناظم رہے اور ان کے انتقال کے

www.KitaboSunnat.com

بعد مولانا سید ابوبکر غزنویؒ ناظم مقرر ہوئے۔ اپریل ۱۹۷۶ء میں مولانا ابوبکر غزنوی نے انتقال کیا تو سید عمر فاروق غزنویؒ اس کے ناظم مقرر ہوئے۔ سید عمر فاروق ۲ سال تک ناظم رہے۔ ۱۹۷۸ء کو ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد سید یحییٰ غزنوی اس کے ناظم ہوئے، آج کل سید جنید غزنوی اس کے ناظم ہیں۔ حافظ محمد حسین روپڑیؒ (م ۱۹۵۸ء) والدِ گرامی حافظ عبدالرحمٰن مدنی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ (م ۱۹۸۷ء) اور مولانا حافظ محمد اسحاق حسینوی اس کے شیخ الحدیث رہ چکے ہیں۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام، لاہور سے فارغ ہونے والوں میں مشہور علمائے کرام یہ ہیں:

مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوریؒ، حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی، حافظ شفیق الرحمٰن لکھوی، حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی، مولانا محی الدین سلفی مرحوم، حافظ عبدالرحمٰن گوہڑوی مرحوم، مولانا محمد یونس اثری (مظفر آباد آزاد کشمیر) ہیں۔

مدرسہ تائید الاسلام، امرتسر

یہ مدرسہ مولانا احمد اللہ رئیس امرتسر (م ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء) نے قائم کیا تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۹۴۸ء) نے اپنی تعلیم کا آغاز اسی مدرسہ سے کیا تھا۔ جب مولانا ثناء اللہؒ دینی تعلیم سے فارغ ہوکر واپس آئے تو اسی مدرسہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ مولانا ثناء اللہ کے تلامذہ میں حافظ محمد کلانوری (ککے زئی) تھے۔ جو استادِ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادیؒ کے انتقال (۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) کے بعد دو سال تک استادِ پنجاب کے مدرسہ میں تدریس فرماتے رہے۔

دارالحدیث، وزیرآباد

یہ مدرسہ مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادیؒ (م ۱۳۳۴ھ) نے قائم کیا۔ اس مدرسہ میں حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادیؒ، مولانا حافظ عبدالستار بن محدث وزیرآبادیؒ، مولانا حافظ محمد کلانووی اور مولانا عمر الدین رحمہم اللہ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔

اس مدرسہ سے جو علمائے کرام فارغ التحصیل ہوئے۔ ان کا شہرہ برصغیر کے کونے کونے تک پہنچا یعنی فاتح قادیاں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ (م ۱۹۴۸ء)، امام العصر مولانا حافظ محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء)، مناظر اسلام مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ (۱۹۴۹ء)، مولانا عبدالقادر لکھویؒ (م ۱۹۲۶ء)، مولانا محمد علی لکھویؒ (۱۹۷۳ء)، مولانا فقیر اللہ مدراسیؒ (۱۹۲۳ء)، مولانا عبدالحمید سوہدرویؒ (م ۱۹۱۲ء)، مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (م ۱۹۶۸ء)، اور مولانا حافظ محمد گوندلویؒ (م ۱۹۸۵ء)

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ حمیدیہ، سوہدرہ

یہ مدرسہ مولانا عبدالحمید سوہدرویؒ بن مولانا غلام نبی ربانی سوہدرویؒ نے قائم کیا تھا۔ مولانا عبدالحمید مرحوم ایک جلیل القدر عالم تھے۔ مولانا، حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادیؒ، شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ، مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادیؒ اور علامہ حسین بن محسن انصاریؒ یمانی سے مستفیض تھے۔ ۱۳۰۱ھ میں پیدا ہوئے اور بہت تھوڑی عمر پائی، ۱۳۳۰ھ میں وفات پائی۔

مولانا غلام نبیؒ ربانی کا شمار اہل اللہ میں ہوتا تھا۔ مولانا حافظ محمد لکھویؒ اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ سے علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی۔ حضرت عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنویؒ سے بھی مستفیض تھے۔ ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء میں انتقال کیا۔ اس مدرسہ سے فارغ ہونے والوں میں درج ذیل اصحاب شہرت کے درجہ کو پہنچے: مولانا نظام الدین کٹھوروی (م ۱۹۱۳ء)، مولوی مراد علی کٹھوروی (۱۹۶۸ء)، مولوی ہدایت اللہ سوہدرویؒ (م ۱۹۶۷ء)، مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہرویؒ (۱۹۶۶ء)

مدرسہ تعلیم القرآن، سوہدرہ

مولانا غلام نبیؒ ربانی نے ۱۹۳۰ء میں انتقال کیا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالحمیدؒ کا ان کی زندگی میں ۱۹۱۲ء میں انتقال ہو چکا تھا۔ مولانا غلام نبی ربانیؒ کے بعد ان کے پوتے مولانا عبدالمجیدؒ سوہدروی (م ۱۹۵۹ء) جانشین ہوئے۔ لیکن وہ اپنی صحافتی مصروفیات کی وجہ سے تدریس کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ ۱۹۴۸ء میں مولانا عبدالمجیدؒ کے صاحبزادہ مولوی حافظ محمد یوسف سوہدرویؒ نے مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث کے نام ایک مدرسہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ حافظ صاحب کے انتقال ۱۹۹۷ء تک جاری رہا۔ اس مدرسہ میں ناظرہ قرآن، ترجمہ قرآن اور حدیث کے اسباق ہوتے تھے۔ راقم آثم کو بھی حافظ صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل ہے اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح اور صرف ونحو کے کچھ اسباق پڑھے۔

مدرسہ اصحابِ صفہ، سوہدرہ

حافظ محمد یوسفؒ کے انتقال کے بعد ان کے چھوٹے بھائی حافظ عبدالوحید (نواسۂ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ) نے یہ مدرسہ قائم کیا۔ اس مدرسہ میں ناظرۂ قرآن مجید، ترجمہ قرآن مجید اور حفظِ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حافظ عبدالوحید صاحب آج کل ہیوسٹن (امریکہ) میں اشاعتِ اسلام میں سرگرمِ عمل ہیں اور یہ مدرسہ ان کی نگرانی میں چل رہا ہے۔ اس مدرسہ کے تمام اخراجات حافظ صاحب ہی برداشت کرتے ہیں، مولوی حبیب الرحمٰن جو حافظ عبدالوحید صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں، حافظ صاحب کی نمائندگی کرتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

سیالکوٹ کے مدارس

سیالکوٹ میں سب سے پہلے اہل حدیث کا مدرسہ مولانا ابوعبداللہ عبید اللہ، غلام حسن (م ۱۳۳۶ھ) نے قائم کیا۔ مولانا غلام حسنؒ کا مولد قصبہ ساہوالہ ہے، مولانا غلام مرتضیٰؒ سیالکوٹی سے علومِ اسلامیہ کی تحصیل کی اور حدیث کی سند مولانا سید نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۳۰۷ھ) سے حاصل کی۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ مرحوم ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

دارالحدیث، سیالکوٹ

یہ مدرسہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ (م ۱۹۵۶ء) نے قائم کیا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں قائم ہوا مگر زیادہ جاری نہ رہ سکا۔ ۱۹۳۴ء میں اس کا دوبارہ اجرا ہوا اور چھ ماہ بعد بند ہوگیا۔ مولانا سیالکوٹیؒ اپنی دیگر مصروفیات کی وجہ سے تدریس کی طرف توجہ نہیں کرسکتے تھے۔ تاہم جب تک یہ مدرسہ قائم رہا، بے شمار حضرات مولانا سیالکوٹی سے مستفیض ہوئے۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں:

مولوی عصمت اللہؒ، مولوی محمد شفیعؒ، مولوی عبیدالرحمٰنؒ ساکن مبارکپور ضلع اعظم گڑھ، مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ، مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ اور مولانا عبدالواحد سیالکوٹیؒ۔

جامعہ رحمانیہ (ابراہیمیہ) سیالکوٹ

اس مدرسہ کا آغاز ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ ۱۹۶۴ء تک میانہ پورہ کی مسجد میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۹۷۱ء میں یہ مدرسہ ناصر روڈ پر اپنی عمارت میں منتقل ہوگیا۔ اب اس مدرسہ کا نام 'جامعہ رحمانیہ' ہوگیا ہے۔ مولانا محمد علی جانباز اس مدرسہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہیں۔ مولانا عطاء الرحمٰن اشرف، مولانا محمد یونس اور حافظ عبدالرحمٰن اس مدرسہ میں مختلف علوم کی تدریس فرماتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز صحیحین کا درس دیتے ہیں۔ جید عالم دین ہیں اور حدیث پر ان کا مطالعہ بڑا وسیع ہے۔ سنن ابن ماجہ کی شرح بزبان عربی ۱۳/ جلدوں میں لکھی ہے۔ جس کی پہلی ۲/ جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔

مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث، ساہوالہ

اس مدرسہ کی بنیاد مولانا محمد یحییٰ گوندلوی نے غالباً ۱۹۸۹ء میں رکھی۔ مولانا محمد یحییٰ گوندلوی جید عالم دین ہیں۔ مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی، مولانا محمد عبدہٗ الفلاحؒ، مولانا عبداللہ فیصل آبادیؒ اور مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہم اللہ اجمعین سے مستفیض ہیں۔ تفسیر اور حدیث پر ان کا مطالعہ وسیع ہے۔ تصنیف وتالیف اور

www.KitaboSunnat.com

تدریس کا خاصا ملکہ حاصل ہے۔ علامہ البانی مرحوم کی صحیح سنن ترمذی اور صحیح سنن ابن ماجہ کا ترجمہ اور تشریح ان کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ تقریر بھی اچھی کرتے ہیں۔ آج کل اس مدرسہ میں تفسیر و حدیث کے اسباق ان کے ذمہ ہیں۔

جامعہ امام بخاریؒ، سیالکوٹ

یہ جامعہ پروفیسر حافظ محمد مطیع الرحمٰن سابق پروفیسر دینیات، مرے کالج سیالکوٹ نے قائم کی ہے۔ پروفیسر محمد مطیع الرحمٰن حضرت پیر آف جھنڈا شاہ بدیع الدین راشدی (م ۱۹۹۶ء) کے ارشد تلامذہ میں ہیں۔ اس جامعہ میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم اور کمپیوٹر سائنس کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ پروفیسر صاحب اس جامعہ کے مہتمم ہیں۔

گوجرانوالہ کے مدارس

گوجرانوالہ کی جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں جس کو اب مرکزی مسجد اہل حدیث کہا جاتا ہے، میں درس و تدریس کا سلسلہ مولانا علاؤ الدین (م ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) نے کیا تھا۔ مولانا علاؤ الدینؒ حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے تلمیذ تھے۔

جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ

مولانا علاؤ الدین کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیلؒ سلفی مرکزی مسجد اہل حدیث کے خطیب مقرر ہوئے۔ تو آپ نے 'جامعہ محمدیہ' کی باقاعدہ بنیاد رکھی۔ یہ مدرسہ ۸۰ سال سے کتاب وسنت کی اشاعت میں سرگرمِ عمل ہے۔ اس مدرسہ میں مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم کے علاوہ کئی جید علمائے کرام تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں مثلاً

مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ (م ۱۹۸۵ء)، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ (م ۲۰۰۱ء)۔ اس مدرسہ سے بے شمار حضرات فارغ التحصیل ہوئے جن میں بعض کا شہرہ آفاق بہ تا قاف پہنچا مثلاً

مولانا محمد حنیف ندویؒ، حکیم عبداللہ خاں نصر سوہدرویؒ، مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالویؒ، مولانا محمد اسحاق بھٹی، پروفیسر قاضی مقبول احمد، مولانا حکیم محمود سلفیؒ، مولانا محمد رمضان سلفی، مولانا محمد خالد گرجاکھی، مولانا عزیز الرحمٰن یزدانی برادرِ اکبر مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی۔ آج کل مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری صدر مدرّس اور مولانا عبدالحمید ہزاروی شیخ الحدیث ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

دارالحدیث، گوندلانوالہ

یہ مدرسہ مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ (م ۱۹۸۵ء) نے جاری کیا تھا۔ حافظ صاحب کی ذات محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنویؒ (م ۱۳۳۱ھ) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

آپ عصر حاضر کے حافظ الحدیث، جامع معقول ومنقول، اور پاکستان کے شیخ الکل تھے۔ ۶۲ سال تک تدریس فرمائی۔ ان کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، مشہور تلامذہ یہ ہیں:

مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ صاحبِ مرعاۃ المفاتیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح، مولانا محمد یوسف کوکن عمریؒ مصنف 'امام ابن تیمیہ'، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ شارح سنن نسائی، شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد مدراسیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہٗ الفلاح، شیخ الحدیث مولانا محمد صدیقؒ فیصل آبادی، شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحٰق حسینوی، شیخ الحدیث مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز، شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم گوجرانوالہ، مولانا علم الدین سوہدروی، مولانا عبدالرحمٰن عتیق وزیرآبادی، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری، مولانا عبدالقادر ندوی صدر جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، مولانا معین الدین لکھوی ناظم جامعہ محمدیہ اوکاڑہ، مولانا ارشاد الحق اثری صاحبِ تصانیفِ کثیرہ، مولانا محمد صادق خلیل فیصل آبادی مترجم مشکوٰۃ المصابیح وصاحب تفسیر اَحسن البیان مولانا عطاء الرحمٰن اشرف استادِ حدیث جامعہ رحمانیہ، سیالکوٹ

جامعہ اسلامیہ، گوجرانوالہ

جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ حاجی محمد ابراہیم انصاری مرحوم نے قائم کیا تھا۔ حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی (م ۱۹۸۵ء)، شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی (م ۱۹۹۱ء)، اس کے صدر مدرس رہ چکے ہیں۔ آج کل مولانا فاروق الراشدی صدر مدرّس ہیں اور نائب صدر مدرس مولانا محمد اعظم ہیں۔ اس مدرسہ سے بے شمار علماء فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔ مشہور علمائے کرام یہ ہیں:

مولانا محمد مدنیؒ اور ان کے برادرِ خورد حافظ عبدالحمید عامر مدیر الجامعہ الاثریہ جہلم، قاضی عبدالرشید جہلمی، مولانا محمد یحییٰ گوندلوی، میاں محمد جمیل، حافظ عباس انجم، حافظ عزیز الرحمٰن ناظم مکتبہ عزیزیہ لاہور اور مولوی ابوعثمان عبدالرحمٰن سلفی خطیب مسجد اہل حدیث ککے زیاں، سوہدرہ

www.KitaboSunnat.com

لاہور کے مدارس

لاہور میں اہل حدیث کے کئی ایک مدارس کتاب وسنت کی اشاعت وتعلیم میں سرگرم عمل ہیں۔ یہاں صرف تین مشہور مدارس کا تعاف پیش خدمت ہے

جامعہ اہل حدیث، چوک دالگراں لاہور

یہ مدرسہ مفتیٔ دوراں مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ (م۱۹۶۴ء) اور شیخ التفسیر حافظ محمد حسینؒ (برادرِ خورد) نے ۱۹۵۶ء میں قائم کیا۔ حضرت العلام محدث روپڑی علوم اسلامیہ کے بحر ذخار تھے۔ تمام علوم یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، تاریخ وسیر، اسماء الرجال، لغت وادب، فلسفہ ومنطق اور صرف ونحو وغیرہ میں ان کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ مسائل کی تحقیق وتدقیق میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے، مشہور تلامذہ یہ ہیں: مولانا عبدالجبار محدثؒ کھنڈیلوی، مولانا حافظ محمد حسین روپڑیؒ، مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ، مولانا حافظ اسماعیل روپڑیؒ، مولانا حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی، حافظ عبدالسلام فتح پوری، مولانا عبدالسلام کیلانی، مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی، مولانا حبیب الرحمٰن شاہؒ راولپنڈی اور مولانا عبدالوکیل علوی وغیرہم۔

حضرت العلام محدث روپڑی نے ۱۹۶۴ء میں انتقال کیا۔ ۱۹۶۲ء سے محدث روپڑی نے اس جامعہ کا تعلیمی انتظام اپنے بھتیجے حافظ عبدالرحمٰن امرتسری (مدنی) کے سپرد کردیا اور جامعہ کے مالی ناظم حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی (م۱۹۹۹ء) اور ان کے معاونِ خاص حافظ محمود احمدؒ کے سپرد رہا۔ بعدازاں حضرت حافظ عبدالقادر روپڑیؒ ۳۵ سال تک جامعہ اہل حدیث کے نگران رہے۔ حضرت حافظ روپڑیؒ کے انتقال کے بعد ان کے چچا مولوی عبدالواحد کے پوتے مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی ناظم مقرر ہوئے۔

جامعہ اہل حدیث میں اس وقت مولانا عبیداللہ عفیف شیخ الحدیث ہیں۔ ان کے علاوہ حافظ عبدالغفار روپڑی، حافظ عبدالوہاب روپڑی، حافظ محمد حنیف مدنی، مولانا جابر حسین مدنی قابل ذکر اساتذہ میں شامل ہیں۔

یہ مدرسہ خانوادۂ روپڑی کی یادگار ہے اور کتاب وسنت کی ترقی وترویج میں دن رات کوشاں ہے۔ اس مدرسہ کا مدینہ یونیورسٹی کی ثانوی تعلیم سے معادلہ ہے۔ درسِ نظامی کے ساتھ اس میں شعبہ حفظِ قرآن بھی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) ماڈل ٹاؤن، لاہور

یہ مدرسہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی بن مولانا حافظ محمد حسین روپڑی کی زیرنگرانی کتاب وسنت کی شمع روشن کئے ہوئے ہے۔ مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی ایک جلیل القدر عالم دین ہیں۔ حضرت العلام محدث روپڑی کے بھتیجے اور تلمیذِ رشید ہیں۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے تعلیم یافتہ ہیں، اس لئے مدنی کہلاتے ہیں۔ جامعہ کے زیر اہتمام تین کلیہ جات کلیہ الشریعہ، کلیہ القرآن اور کلیہ العلوم الاجتماعیہ بڑی کامیابی سے کام کررہے ہیں۔ دو معاہد المعہد العالی للشریعہ والقضاء اور المعہد العالی للدعوۃ والاعلام بھی سرگرم عمل ہیں۔ طلبہ وطالبات کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ عصری علوم اور کمپیوٹر وغیرہ کی تعلیم اس ادارے میں ابتدا سے ہی لازمی ہے۔ ملکی اور عالمی سطح پر یہ جامعہ امتیازی شان رکھتا ہے۔

جامعہ رحمانیہ کے علاوہ کئی مدارس البنات بھی ان کی زیرنگرانی چل رہے ہیں۔ علاوہ ازیں 'مجلس التحقیق الاسلامی' کے نام سے ایک تحقیقی وعلمی ادارہ بھی قائم ہے۔ اس ادارہ کے زیرنگرانی ۳۴ سال سے ایک ماہوار علمی وتحقیقی مجلّہ 'محدث' بھی شائع ہورہا ہے۔

ماہنامہ 'محدث' علمی لحاظ سے ایک بلند پایہ رسالہ ہے اور ملک کے علمی و دینی رسائل میں اس کا بڑا اعلیٰ مرتبہ ومقام ہے۔ اس کے مقالات اصلاحی، معلوماتی اور تحقیقی ہوتے ہیں اسی بنا پر اس رسالہ کی تمام مسالک کے اہل علم وتحقیق کی نظر میں بڑی قدر ہے۔ حافظ حسن مدنی جو مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی کے صاحبزادے ہیں، اس کے مدیر اور حضرت حافظ صاحب مدیر اعلیٰ ہیں۔

ابوہریرہؓ اکیڈمی، لاہور

یہ اکیڈمی میاں محمد جمیل ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث پاکستان نے ۱۹۹۷ء میں قائم کی۔ اس اکیڈمی میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بی اے تک دی جاتی ہے۔ میاں محمد جمیل مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ آپ اعلیٰ خطیب ہونے کے علاوہ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ حالاتِ حاضرہ پر بھی ان کی وسیع نظر ہے۔ بڑے سلجھے انداز میں ملکی و عالمی سیاست پر تبصرہ فرماتے ہیں۔ ابوہریرہ اکیڈمی میٹرک پاس طلبہ کو علومِ اسلامیہ کی تعلیم مع عصری تعلیم چار سال میں مکمل کرتی ہے۔

جامعہ تعلیم الاسلام، مامون کانجن

جامعہ تعلیم الاسلام امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ وزیرآبادی (م ۱۹۷۵ء) نے اوڈانوالہ چک ۴۹۳ گ ب میں ۱۹۲۱ء/۱۳۳۹ھ میں قائم کیا تھا اور ۱۹۳۲ء/۱۳۵۱ھ میں اسے باقاعدہ دارالعلوم کی شکل دی

www.KitaboSunnat.com

گئی۔ ۱۹۶۵ء/۱۳۷۵ھ میں یہ مدرسہ اوڈانوالہ سے ماموں کانجن منتقل ہوگیا۔ یہ مدرسہ ۸۰ سال سے کتاب وسنت کی شمع روشن کئے ہوئے ہے۔ حضرت صوفی محمد عبداللہ اس مدرسہ کے نگران و مہتمم تھے۔ ان کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ مولانا محمد سلیمان وزیرآبادی بن امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی اس کے مہتمم رہے۔ آج کل مولانا عبدالقادر ندوی جامعہ کے صدر ہیں۔ جامعہ تعلیم الاسلام میں ممتاز علمائے اہل حدیث نے وقتاً فوقتاً تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً

مولانا حافظ محمد گوندلویؒ، مولانا محمد اسحٰق چیمہؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ، شیخ الحدیث مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا محمد صادق خلیل، شیخ الحدیث پیر محمد یعقوب قریشی، شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہٗ الفلاحؒ، شیخ الحدیث حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی حفظہ اللہ وغیرہم

اس جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے والے علمائے کرام میں چند مشہور یہ ہیں:

مولانا محمد صدیق فیصل آبادیؒ، مولانا ابوالبرکات احمد مدراسیؒ، پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوریؒ، مولانا عبدالحمید ہزاروی، علامہ محمدؒ مدنی جہلم، مولانا عبدالقادر ندوی، مولانا قاضی محمد اسلم سیفؒ۔ جامعہ تعلیم الاسلام کے آج کل مولانا حافظ بنیامین شیخ الحدیث ہیں۔ اس جامعہ کا معادلہ بھی مدینہ یونیورسٹی سے ہے۔

دارالحدیث محمدیہ، جلال پور پیروالہ

یہ مدرسہ حضرت مولانا سلطان محمود محدثؒ جلالپوری (م ۱۹۹۵ء) نے قیامِ پاکستان سے قبل قائم کیا تھا۔ محدث جلالپوری نے اس مدرسہ میں نصف صدی سے زیادہ حدیث کا درس دیا۔ یہ مدرسہ اب بھی کتاب وسنت کی شمع روشن کئے ہوئے ہے۔ آج کل مولانا محمد رفیق اثری اس مدرسہ کے روحِ رواں ہیں۔

جامعہ کمالیہ، راجووال

جامعہ کمالیہ راجووال آج سے ۵۰ سال قبل مولانا محمد یوسف راجووالوی نے قائم کیا۔ یہ مدرسہ اب بھی مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ تعالیٰ کی زیرنگرانی کتاب وسنت کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے۔ اس مدرسہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں مجتہد العصر مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ، شیخ الحدیث حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہٗ الفلاح، مولانا حافظ عبداللہ امجد چھتوی، مولانا قدرت اللہ فوق اور مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی سالانہ تعطیلات میں دورۂ تفسیر کراتے رہے ہیں۔

جامعہ ثنائیہ، ساہیوال

یہ مدرسہ مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی کی زیرنگرانی کتاب وسنت کی اشاعت میں سرگرمِ عمل

www.KitaboSunnat.com

ہے۔مولانا عبدالرشید ہزاروی ایک کامیاب مدرّس ہیں۔ تدریس کا کافی تجربہ رکھتے ہیں، کئی سال تک جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں تدریسی خدمات دے چکے ہیں۔

جامعہ ابی ہریرہ، رینالہ خورد

یہ مدرسہ صرف ونحو کے امام، استادِ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھویؒ کے صاحبزادے حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی کے بعد ان کے برادرِ بزرگ حافظ شفیق الرحمٰن لکھوی کی زیرنگرانی تقریباً ۴۰ سال سے قرآن وحدیث کی تعلیم میں بھی سرگرمِ عمل ہے۔اس مدرسہ میں تقریباً ۱۲/اساتذہ کرام تعلیم دے رہے ہیں۔

جامعہ سلفیہ، فیصل آباد

۴، ۵/اپریل ۱۹۵۵ء کو جمعیۃ اہل حدیث پاکستان کی سالانہ کانفرنس لائل پور (فیصل آباد) مولانا سید محمد اسماعیل غزنویؒ (م۱۹۶۰ء) کی صدارت میں منعقد ہوئی۔جس میں اہل حدیث جماعت کا ایک دارالعلوم قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔مولانا محمد حنیف ندویؒ (م۱۹۸۷ء) نے جامعہ سلفیہ نام تجویز کیا جو متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا اور یہ بھی منظور کیا گیا کہ 'جامعہ سلفیہ' لائل پور (فیصل آباد) میں ہی قائم کیا جائے۔ چنانچہ ۴/اپریل ۱۹۵۵ء کو جامعہ سلفیہ کا سنگِ بنیاد فیصل آباد کے مشہور بزرگ حکیم نور الدین مرحوم نے نصب فرمایا۔

ایک سال بعد ارکانِ جمعیۃ اہل حدیث پاکستان نے فیصلہ کیا کہ جب تک جامعہ سلفیہ کی عمارت تعمیر نہیں ہوجاتی، لاہور میں جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے اس کے لئے اپنے دارالعلوم 'تقویۃ الاسلام' کا ایک حصہ پیش کردیا۔

چنانچہ ۱۷/مئی ۱۹۵۶ء کو جمعیۃ اہل حدیث پاکستان کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ جامعہ سلفیہ کا آغاز جلد کردینا چاہئے۔اسی طرح ۲۱/جون ۱۹۵۶ء کو جمعرات کے روز تقویۃ الاسلام کے ہال میں جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل کا افتتاح ہوا۔

اس کے ساتھ ہی ۲۲/جون ۱۹۵۶ء فیصل آباد کی جامع مسجد اہل حدیث (امین پورہ بازار) میں جامعہ سلفیہ کے ثانوی درجے کا افتتاح ہوا۔اور اس درجہ کے لئے مولانا محمد اسحٰق چیمہؒ اور مولانا محمد صدیقؒ فیصل آباد کی خدمات حاصل کی گئیں۔

میاں محمد باقر مرحوم نے اپنے مدرسہ خادم القرآن والحدیث جھوک دادو کے ایک استاد مولانا محمد حسین طور کی خدمات بھی درجہ ثانوی کے سپرد کردیں۔۱۹۵۸ء میں جامعہ سلفیہ اپنی موجودہ عمارت میں منتقل ہوگیا۔ جامعہ سلفیہ کی مسندِ شیخ الحدیث پر جو علمائے کرام فائز رہے، ان کے اسمائے گرامی بہ ترتیب یہ ہیں:

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ (لاہور میں پھر فیصل آباد میں)، حضرت حافظ محمد محدث گوندلویؒ، حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا محمد عبدہٗ الفلاحؒ، مولانا پیر محمد یعقوب قریشی، مولانا سلطان محمود محدثؒ جلالپوری، مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی، مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، مولانا حافظ احمداللہ بڈھیمالوی، اور مولانا حافظ عبدالعزیز علوی (موجودہ شیخ الحدیث)

جامعہ سلفیہ میں جن اساتذۂ کرام نے مختلف اوقات میں تدریس فرمائی، ان میں سے چند مشہور علمائے کرام درج ذیل ہیں:

مولانا شریف اللہ خان، مولانا عبدالغفار حسن، مولانا محمد صادق خلیل، پروفیسر غلام احمد حریریؒ، مولانا ہدایت اللہ ندوی، مولانا علی محمد حنیف، مولانا حافظ بنیامین، حافظ عبدالسلام فتح پوری، مولانا محمد حسین طور، مولانا محمد علی جانباز، مولانا عبداللہ امجد چھتوی، ڈاکٹر محمد سلیمان اطہر، حافظ مسعود عالم۔

جامعہ سلفیہ کے ناظم تعلیمات درج ذیل علمائے کرام رہے:

مولانا محی الدین احمد قصوریؒ، مولانا اسماعیل سلفیؒ، مولانا عبداللہ ثانوی امرتسری، مولانا حافظ اسماعیل ذبیح، حافظ محمد یحییٰ میر محمدی، مولانا حبیب الرحمٰن شاہ، مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا محمد صدیق فیصل آبادی۔

جامعہ سلفیہ کے مہتمم مندرجہ ذیل حضرات رہے

مولانا ابوحفص عثمانی اور مولانا محمد یٰسین ظفر (موجودہ)

جامعہ سلفیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے علمائے کرام کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جامعہ سلفیہ کا معادلہ مدینہ یونیورسٹی سے ہے۔ وفاق المدارس سلفیہ کا صدر دفتر بھی جامعہ سلفیہ میں قائم ہے۔

جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ، فیصل آباد

یہ مدرسہ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرفؒ (م ۱۹۹۷ء) نے قائم کیا۔ اس مدرسہ میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ مولانا عبدالغفار حسن عمر پوری اس مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ یہ مدرسہ اب بھی کتاب و سنت کی روشنی پھیلا رہا ہے۔ حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر زاہد اشرف صاحب اس مدرسہ کے ناظم ہیں۔

ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد

یہ مدرسہ مولانا عبداللہ فیصل آبادی مرحوم نے قائم کیا۔ مولانا ارشاد الحق اثری اور مولانا عبدالحی انصاری اس ادارہ میں علمی و تحقیقی کام کرتے ہیں۔ مولانا ارشاد الحق اثری ایک فاضل محقق اور صاحب قلم عالم ہیں۔ حدیث اور فقہ پر عبور ہے۔ فقہ حنفی پر ان کی نظر بہت وسیع ہے۔ ان کے قلم سے عربی اور اردو

www.KitaboSunnat.com

میں ۲۵ سے زیادہ کتابیں نکل چکی ہیں۔ حال ہی میں مسندِ ابی یعلی موصلی ان کی تحقیق وتخریج وتنقیح سے شائع ہوئی ہے۔

مرکز الدعوۃ السّلفیہ، ستیانہ بنگلہ، فیصل آباد

یہ مدرسہ ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ مولانا عبداللہ امجد چھتوی شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہیں۔ اس مدرسہ میں ۲۰۰ کے قریب طلبا تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

جامعہ ستاریہ، کراچی

اس مدرسہ کی بنیاد مولانا حافظ عبدالستار صدری دہلوی (م۱۹۶۲ء) نے رکھی۔ مولانا حافظ عبدالستار، مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ بڑے وسیع النظر عالم دین اور مناظر تھے۔ ان کی ساری زندگی حدیثِ نبوی کی تدریس میں بسر ہوئی۔ کراچی میں اہل حدیث کا یہ بہت بڑا مدرسہ ہے۔ مدینہ یونیورسٹی سے بھی اس کا الحاق ہے۔ آج کل مولانا عبدالرحمٰن سلفی اس مدرسہ کے مہتمم ہیں۔

جامعہ ابی بکر، کراچی

کراچی کا ایک بڑا جامعہ ہے جسے پروفیسر ظفر اللہؒ نے قائم کیا۔ اس مدرسہ میں عربی زبان کی تعلیم کا خاص ذوق وشوق پایا جاتا ہے۔ اسلامی عربی جامعات کی عالمی تنظیم کا یہ جامعہ بھی رکن ہے۔ اس میں عصری علوم کا بھی انتظام ہے، اس جامعہ میں ذریعہ تعلیم عربی زبان ہے۔

جامعہ توحیدیہ، وزیرآباد

یہ مدرسہ حافظ عبدالستار نے قائم کیا ہے۔ حافظ عبدالستار حامد اس مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ اس مدرسہ میں حفظِ قرآن اور درسِ نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے۔

الجامعہ الاثریہ، جہلم

یہ مدرسہ مولانا عبدالغفور جہلمیؒ نے قائم کیا اس مدرسہ کا سنگِ بنیاد ۱۹۷۹ء میں امام کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ السبیل نے رکھا۔ اس مدرسہ کی بلڈنگ کی تعمیر میں حاکم شارجہ نے بھرپور تعاون کیا۔ الجامعہ الاثریہ کے دو حصے ہیں: ایک طلباء کے لئے اور دوسرا طالبات کے لئے۔

الجامعہ الاثریہ کے رئیس علامہ محمد مدنی تھے جن کا انتقال عیدالاضحیٰ ۱۴۲۲ھ سے چند روز قبل ہوا۔ مولانا پیر محمد یعقوب قریشی اس کے شیخ الحدیث ہیں۔ الجامعہ الاثریہ کا ترجمان ماہنامہ 'حرمین' ہے جس کے مدیر مدنیؒ صاحب کے چھوٹے بھائی حافظ عبدالحمید عامر ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں اہل حدیث کے دیگر مدارس

قیامِ پاکستان کے بعد بھی علمائے اہل حدیث نے دینی مدارس کے قیام کی طرف از سرنو توجہ کی۔ علمائے کرام نے اپنی ذاتی محنت وکوشش سے مدرسے قائم کئے۔تمام دینی مدارس کا تفصیل سے تعارف کرانا مشکل ہے۔اور میں صرف ان مدارس کے ناموں پر ہی اکتفا کرتا ہوں:

جامعہ ابن تیمیہ لاہور، مدرسہ ریاض القرآن والحدیث لاہور، مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات وسن پورہ لاہور، مدرسہ تدریس القرآن والحدیث ،گرین ٹاؤن لاہور، مدرسہ عربیہ دینیہ گوجرانوالہ، جامعہ رحمانیہ گوجرانوالہ، جامعہ اسلامیہ سلفیہ گوجرانوالہ، جامعہ سلفیہ اسلام آباد، جامعہ اثریہ پشاور، جامعہ سلفیہ کوئٹہ، دارالحدیث رحمانیہ کراچی، جامعہ ابن تیمیہ کراچی، جامعہ احسان الٰہی ظہیر کراچی، جامعہ بحر العلوم سعودیہ کراچی، جامعہ عمر بن خطاب کراچی، جامعہ عربیہ اسلامیہ نیوسعید آباد حیدر آباد (سندھ)، مدرسہ اسلامیہ سلفیہ گوٹھ حاجی سلطان، جامعہ محمدیہ خان پور، مدرسہ اسلامیہ بہاولپور، مدرسہ اسلامیہ سلفیہ لودھراں، مرکز ابن قاسم ملتان، دارالحدیث رحمانیہ ملتان، مدرسہ دارالقرآن والحدیث کوٹ ادّو، معہد شریعہ وصناعہ کوٹ ادّو، مدرسہ سعیدیہ خانیوال، مدرسہ اشاعتِ اسلام چیچہ وطنی، جامعہ عزیزیہ ساہیوال، جامعہ رحیمیہ ساہیوال، مدرسہ اسلامیہ البدر ساہیوال، دارالحدیث اوکاڑہ، مدرسہ دارالقرآن والحدیث چشتیاں منڈی، مدرسہ رحمانیہ فاروق آباد، جامعہ محمدیہ شیخوپورہ، جامعہ علمیہ سرگودھا، دارالقرآن والحدیث فیصل آباد، جامعہ اسلامیہ حاجی آباد فیصل آباد، مدرسہ اسلامیہ گوجرہ، مدرسہ خادم القرآن والحدیث جھوک دادو، مدرسہ دارالحدیث مسجد چینیانوالی لاہور، مدرسہ ضیاء السنۃ راجہ جنگ، مدرسہ دارالحدیث ٹھینگ موڑ، مدرسہ دارالسلام ڈھولن ہٹھار، مدرسہ تجوید القرآن میر محمد، مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث شرقپور، مدرسہ رحمانیہ کامونکی، دارالحدیث محمدیہ حافظ آباد، مدرسہ ترتیل القرآن اوکاڑہ، مدرسہ دارالعلوم ڈھلیانہ، مدرسہ حفظ القرآن میاں چنوں، مدرسہ فیض العلوم منڈی عبدالحکیم، مدرسہ دارالحدیث میاں چنوں، مدرسہ عربیہ دارالحدیث ملتان، مدرسہ دارالقرآن رحمانیہ سرگودھا، مدرسہ اسلامیہ سلفیہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، دارالعلوم محمدیہ مظفر آباد (آزاد کشمیر)، دارالحدیث محمدیہ رحیم یار خان اور دارالحدیث محمدیہ عام خاص باغ ملتان وغیرہ

اس مضمون میں خواتین مدارسِ اہل حدیث کا تذکرہ نہیں کیا گیا، جس کے لئے ایک مستقل مضمون درکار ہے

www.KitaboSunnat.com

قانون وسیاست

ڈاکٹر ظفر علی راجا

آئین پاکستان اور ریفرنڈم

۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو افواجِ پاکستان کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے عنانِ اقتدار سنبھالی تو اپنی تقاریر میں یہ تاثر دیا تھا کہ انہیں حادثاتی طور پر یہ ذمہ داری بہ امر مجبوری قبول کرنا پڑی ہے اور یہ کہ ان کے کوئی سیاسی عزائم نہیں ہیں۔ جنرل پرویز مشرف نے اس پس منظر میں اپنے آپ کو چیف ایگزیکٹو کہلوانا پسند کیا۔ وہ نہ تو 'چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر' بنے اور نہ ہی صدارتی منصب کو چھیڑا۔ بلکہ منتخب آئینی سربراہ کے طور پر پہلے سے کارفرما جناب محمد رفیق تارڑ کو بطورِ صدر قبول کرلیا۔ بعد ازاں پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ نے ایک کیس میں جس کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کے ماورائے آئین عہدے کو چیلنج کیا گیا تھا، انہیں تین سال کے لئے حکومت کرنے کا اختیار دے دیا اور ان پر پابندی لگائی کہ اس مدت میں وہ اصلاحِ احوال کے لئے اپنی اعلان کردہ ترجیحات کو مکمل کریں اور اس مقصد کے لئے اگر کسی آئینی ترمیم کی ضرورت ہو تو آئین کے بنیادی ڈھانچے میں کسی ردّوبدل سے احتراز کرتے ہوئے کچھ ترامیم کرلی جائیں۔ اس عدالتی فیصلے میں جنرل پرویز مشرف کو اس امر کا بھی پابند کیا گیا تھا کہ وہ ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۲ء سے قبل قومی انتخابات بھی مکمل کروائیں۔

جنرل پرویز مشرف نے عدالتِ عظمیٰ کے اس فیصلے کو تسلیم کرنے کا اعلان کردیا۔ قوم نے عدالت عظمیٰ کے فیصلے کو اس تاثر کے ساتھ قبول کیا کہ تین سال بعد غیر آئینی حکومت ختم ہوجائے گی اور انتخابات کے بعد ایک عوامی، جمہوری اور غیر فوجی قیادت ملک کو میسر آجائے گی۔ لیکن جوں جوں قومی انتخابات کی تاریخ قریب آتی چلی گئی، توں توں جنرل پرویز مشرف کے خیالات بھی تبدیل ہوتے چلے گئے۔ پہلے انہوں نے بھارت سے کشیدگی کو جواز بنا کر وطن عزیز کے منتخب صدر کو ان کی مرضی کے بغیر عہدۂ صدارت سے فارغ کرکے صدارت کی کرسی بھی خود سنبھال لی اور اب باقاعدہ سیاسی میدان میں آکر آئندہ پانچ سال کے لئے پاکستان کے صدر منتخب ہونے کے متمنی بھی ہیں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ انہیں بیک وقت منتخب شدہ عوامی صدر بھی قرار دیا جائے اور بطورِ سربراہِ افواجِ پاکستان ایک حاضر سروس جرنیل بھی تسلیم کرلیا جائے۔

جنرل صاحب نے دوہرے کردار والا صدر منتخب ہونے کے لئے ریفرنڈم کروانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ ریفرنڈم ۳۰/اپریل ۲۰۰۲ء کو برپا ہونا قرار پایا ہے۔ ریفرنڈم کا عمل رواں دواں رکھنے کے لئے ۹/اپریل

www.KitaboSunnat.com

۲۰۰۲ء کو وزارتِ قانون و انصاف کی جانب سے ایک باضابطہ ریفرنڈم آرڈر جاری کیا گیا۔ اس آرڈر میں واضح کیا گیا ہے کہ ۳۰/اپریل کو ریفرنڈم میں عوام سے حسبِ ذیل سوال پوچھا جائے گا

''مقامی حکومت کے نظام کی بقا، جمہوریت کے قیام، اصلاحات کے استحکام اور تسلسل، فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے خاتمے اور قائداعظم کے تصور کی تکمیل کے لئے کیا آپ صدر جنرل پرویز مشرف کو آئندہ پانچ سال کے لئے صدرِ پاکستان بنانا چاہتے ہیں؟''

اس سوال کا جواب 'ہاں' یا 'ناں' میں دینا ہوگا۔ ہاں کی اکثریت ہوئی تو جنرل پرویز مشرف آئندہ پانچ سال کے لئے منتخب قرار پائیں گے اور ان کے نئے عہدے کی میعاد اکتوبر ۲۰۰۲ء کے انتخابات کے نتیجے میں بننے والی پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس سے شروع ہوگی۔ اس آرڈر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریفرنڈم کو کسی عدالت یا ٹربیونل کے سامنے چیلنج نہیں کیا جاسکے گا اور ریفرنڈم کے متعلق تمام تنازعات الیکشن کمیشن طے کرے گا۔ مزید یہ کہ ریفرنڈم کے سلسلے میں اگر کوئی مشکلات درپیش ہوں تو جنرل پرویز مشرف اپنی صوابدید کے مطابق جو مناسب سمجھیں، احکامات جاری کرسکیں گے اور یہ کہ ریفرنڈم کے انعقاد کے سلسلے میں چیف الیکشن کمشنر کے پاس سپریم کورٹ کے جج جیسے اختیارات ہوں گے۔ گڑبڑ کی صورت میں یا توہین عدالت پر وہ کسی بھی شخص کو سزا دینے کے بھی مجاز ہوں گے!!

ریفرنڈم آرڈر کے اعلان کے ساتھ ہی پورے ملک کے قانونی، علمی اور دینی حلقوں میں مختلف مباحث اور سوالات اٹھائے گئے۔ قانونی حلقوں نے سوال اٹھایا کہ آئین کے تحت صدر کے انتخابات کے لئے ایک باقاعدہ طریقہ کار اور ضابطہ صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔ موجودہ ریفرنڈم اس سارے ضابطے کی نفی کرتا ہے، اس لئے یہ اقدام سراسر غیر آئینی ہے۔ علمی حلقوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ وردی سمیت صدر کا انتخاب ملک میں ایک طویل آمریت کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔ اس انداز میں اگر جنرل پرویز مشرف ایک مرتبہ صدر بنا لئے گئے تو پھر لیبیا کے کرنل قذافی، عراق کے جنرل صدام حسین اور شام کے صدر جنرل حافظ الاسد کی طرح انہیں تادمِ مرگ صدر رہنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔

دینی حلقوں کی جانب سے اس عمل کے اسلامی تشخص پر مباحث سامنے آئے۔ ریفرنڈم کے حامی مولوی حضرات نے نہ صرف اسے عین اسلامی قرار دیا بلکہ خلافتِ راشدہ کی سنت ہونے کی سند بھی عطا کردی۔ جبکہ ریفرنڈم مخالف دینی حلقوں کا یہ موقف سامنے آیا کہ گھر کی چوکیداری کیلئے بھرتی کئے جانیوالا چوکیدار اگر مالک مکان ہی کی دی ہوئی بندوق اسی پر تان کر پورے گھر پر قبضہ کرلے اور مکان کا مالک ہونے کا دعویٰ کرنے لگے تو کسی دینی ضابطے کے تحت ایسے چوکیدار کو قانونی اور شرعی تحفظ نہیں دیا جاسکتا۔

اس کے برعکس جنرل پرویز مشرف اور ان کے ساتھیوں نے بہ اصرار، لاکھوں عوام کے سامنے ریفرنڈم کو آئین کے عین مطابق قرار دیا اور قوم کو یہ یقین دلانے کے لئے پورے ملک میں بڑے بڑے

www.KitaboSunnat.com

جلسے کئے کہ حکومت کی نیت بالکل صاف ہے اور جنرل پرویز مشرف صدر منتخب ہونے کے لئے آئین کے مطابق پاکستان کے عوام سے رجوع کررہے ہیں جو کہ ایک عین جمہوری عمل ہے۔

اس موقعے پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ آئین کے آرٹیکل ۴۱ میں صدر پاکستان کی انتخابی اہلیت اور صدارتی چناؤ کا طریقہ بیان کیا گیا ہے جو مختصراً یوں ہے:

☆ آرٹیکل ۴۱..... ذیلی دفعہ (۱) میں کہا گیا ہے کہ صدر ہر حال میں مسلمان ہونا چاہئے، اس کی عمر ۴۵ سال سے زائد ہونی چاہئے اور لازم ہے کہ وہ قومی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

☆ آرٹیکل ۴۱..... ذیلی دفعہ (۳) میں کہا گیا ہے کہ صدر کو الیکٹورل کالج منتخب کرے گا جو دونوں ایوانوں (قومی اسمبلی اور سینٹ) اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے ارکان پر مشتمل ہوگا۔

☆ آرٹیکل ۴۳..... ذیلی دفعہ (۱) میں صراحت کی گئی ہے کہ صدر پاکستان، حکومت کی ملازمت والا نہ تو کوئی منفعت بخش عہدہ اپنے پاس رکھے گا اور نہ ہی کسی ایسی پوزیشن پر قائم رہے گا جس میں حق خدمت کے طور پر اسے معاوضہ ملتا ہو۔

☆ آرٹیکل ۴۸ میں واضح کردیا گیا ہے کہ صدرِ پاکستان، وزیراعظم یا کابینہ کی ہدایات کے مطابق کام کرے گا۔

اب آیئے خود ریفرنڈم سے متعلق آئینی صورتحال کی طرف۔ آرٹیکل ۴۸ کی ذیلی دفعہ (۶) ریفرنڈم کے انعقاد سے متعلق ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی بھی وقت صدر اپنی صوابدید کے مطابق یا وزیراعظم کے مشورہ کی روشنی میں اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ کسی قومی اہمیت کے معاملے پر عوامی رائے کا لیا جانا ضروری ہے تو وہ مذکورہ معاملے کو ایک سوال کی صورت میں عوام کے سامنے ریفرنڈم کے ذریعے لائے گا۔ یہ سوال ایسا ہوگا جس کا جواب 'ہاں' یا 'ناں' میں دیا جاسکتا ہو۔

آئین کی مذکورہ بالا دفعات سے صدر پاکستان کی انتخابی اہلیت اور چناؤ کا جو طے شدہ طریقہ سامنے آتا ہے، اس کے نمایاں نکات حسبِ ذیل ہیں:

(۱) وہ قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

(۲) صدر کا انتخابی حلقہ صرف اور صرف الیکٹورل کالج ہے۔

(۳) حکومت میں ملازمت اور صدارت بیک وقت اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔

آئین کے آرٹیکل ۶۳ میں نااہلیت کے وہ اقسام گنوائی گئی ہیں جن کی موجودگی میں کوئی شخص قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کے لئے نااہل قرار پاتا ہے۔ ان اقسام کی تفصیل خاصی طویل ہے۔ اس مضمون میں صرف متعلقہ حصے نقل کئے جارہے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

☆ آرٹیکل ۶۳ ڈی، جو شخص حکومتِ پاکستان کی ملازمت میں ہو، اور اپنے عہدے سے مفاد

www.KitaboSunnat.com

حاصل کر رہا ہو۔ ماسوائے ان عہدوں کے جن کی چھوٹ آئین میں دی گئی ہے۔
(نوٹ: آئین میں دی گئی چھوٹ کا ذکر ذیلی دفعہ 'O' میں موجود ہے۔ جس کے مطابق حکومت کے جز وقتی ملازمین، نمبرداروں اور صرف قومی خاکساروں وغیرہ کو نااہلیت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے)

اب آیئے صدر کے انتخاب کے طریقے کی طرف..... آئین میں بالکل واضح طور پر تحریر کر دیا گیا ہے کہ صدر براہِ راست عوام کے ووٹوں یا ہاں کہنے سے منتخب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ عوام براہِ راست اس انتخاب میں حصہ لینے کا اختیار ہی نہیں رکھتے۔ یہ فریضہ آئین نے قومی اسمبلی، سینٹ اور چاروں صوبوں کی اسمبلیوں کے معزز ارکان کو سونپا ہے کہ وہ جس شخص کو مناسب سمجھیں، پاکستان کا صدر منتخب کریں۔ اس طرح صدر کے لئے تیسری اہلیت بھی بالکل صاف ہے یعنی کوئی ایسا شخص صدر منتخب نہیں ہوسکتا جو حکومت پاکستان کا باقاعدہ ملازم ہو۔ اور ذیلی دفعہ K کے مطابق اسے ملازمت سے باعزت طور پر الگ ہوئے کم از کم دو سال نہ گزر چکے ہوں۔

آئین کی متعلقہ دفعات کے مطالعے اور تجزیے سے دو باتیں روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتی ہیں:

(۱) یہ کہ آئین میں دی گئی ریفرنڈم کی سہولت کو جواز بنا کر صدارتی نامزدگی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ یہ اختیار صرف کسی قومی اہمیت کے معاملے میں قوم کی رائے لینے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر صوبائی اختلافات کے پس منظر میں یہ سوال کہ کالا باغ ڈیم بنایا جانا چاہئے یا نہیں؟ یا پھر یہ سوال کہ کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کے لئے کسی تیسرے ملک کی ثالثی قبول کرلی یا جائے یا نہیں؟ یا پھر قبائلی علاقوں کو صوبائی درجہ دے دیا جائے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ

(۲) یہ کہ جنرل پرویز مشرف چونکہ حکومتِ پاکستان کے تسلیم شدہ حاضر سروس ملازم ہیں اور بطورِ 'جنرل' تنخواہ اور دیگر مراعات کا مفاد حاصل کر رہے ہیں اور اپنی جرنیلی آئندہ بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے آئین کی صراحت کے مطابق وہ صدر بننے کے سلسلے میں مکمل طور پر نااہل ثابت ہوتے ہیں۔ اور ریفرنڈم کی سہولت بھی ان کی اس نااہلیت کا مداوا نہیں کرسکتی۔

حکومت کی جانب سے کہا جارہا ہے کہ ریفرنڈم ایک آئینی روایت ہے اور جنرل پرویز مشرف اس آئینی روایت کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ ہر ذی شعور شہری یہ جانتا ہے کہ قانونی اور آئینی روایات کو صرف قانونی اور آئینی اصولوں اور آداب ہی کی روشنی میں آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

ریفرنڈم کی روایت کو عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو جو صورت حال سامنے آتی ہے وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے؛ ۱۹۲۳ء میں جنوبی افریقہ کمیشن چارٹر کے خاتمے پر جنوبی یوریشیا میں ریفرنڈم کروایا گیا اور سوال پوچھا گیا کہ وہ ساؤتھ ایشین کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں یا نہیں؟ تو لوگوں نے نہیں کی حمایت میں ووٹ ڈالے، جس کے نتیجے میں جنوبی روڈھیشیا کو برطانوی کالونی کا درجہ حاصل ہوگیا..... ۱۹۶۲ء میں

www.KitaboSunnat.com

الجیریا میں اس سوال پر ریفرنڈم ہوا کہ وہ فرانس سے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں یا نہیں؟.....۱۹۹۳ء میں نیوزی لینڈ میں اس سوال پر ریفرنڈم منعقد ہوا کہ انتخابات کے رائج الوقت طریقے میں تبدیلی کرنا چاہئے یا نہیں؟ .....۱۹۶۷ء میں آسٹریلیا میں قومی تشخص کی تبدیلی کے سوال پر ریفرنڈم کرایا گیا..... ۱۹۸۷ء میں فلپائن اور ۱۹۹۱ء میں رومانیہ میں قومی سلامتی سے متعلق سوالات پر ریفرنڈم منعقد ہوئے۔

پاکستان میں ۱۹۶۴ء میں جنرل محمد ایوب خان نے اور ۱۹۸۴ء میں جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنی آمرانہ پوزیشن کو قانونی اور آئینی طور پر صدارت کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ریفرنڈم کروائے اور اب جنرل پرویز مشرف تقریباً ویسے ہی حالات میں خود کو صدر منتخب کروانے کے لئے ریفرنڈم کا سہارا لے رہے ہیں۔ ریفرنڈم کی عالمی اور پاکستانی صورتِ حال سے یہ حقیقت آئینے کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ پوری دنیا میں قومی نوعیت کے مسائل پر عوامی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے ریفرنڈم کروائے گئے جبکہ پاکستان میں تمام کے تمام ریفرنڈم قومی کے بجائے ذاتی مفاد میں یعنی ایک فردِ واحد کو صدر منتخب کروانے کے لئے منعقد کروائے گئے۔

جنرل ضیاء الحق نے اپنی صدارتی ریفرنڈم کو آئینی بنانے کے لئے ایک قدم اور بھی اٹھایا اور اپنے زیرنگرانی غیر جماعتی بنیادوں پر منتخب کروائے گئے ارکانِ اسمبلی سے آئین کے آرٹیکل ۴۱ میں ایک ذیلی دفعہ ۷ شامل کروائی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ ۹ دسمبر ۱۹۸۴ء کے ریفرنڈم کے نتیجے میں جنرل محمد ضیاء الحق پاکستان کے صدر منتخب ہوگئے ہیں اور وہ آئندہ پانچ سال کے لئے بطورِ صدر کام کریں گے اور اس صورتِ حال پر آئین کے آرٹیکل ۴۳ یا کسی دوسرے آرٹیکل یا کسی بھی دیگر قانون کا اطلاق نہیں ہوگا۔ یہ ذیلی شق پاکستان کے آئین میں ۲/ مارچ ۱۹۸۵ء کو شامل کی گئی۔

ریفرنڈم کے متعلق یہ ذیلی شق عدلیہ کی نظر میں کیا حیثیت رکھتی تھی؟، اس کی وضاحت کے لئے دو مقدمات کا حوالہ کافی قرار دیا جاسکتا ہے۔ این ایل آر ۱۹۹۱ سول کیسز میں ایک اعلیٰ عدالت نے مندرجہ ذیل ریمارکس دیے:

''ریفرنڈم والی آئینی ترمیم ایسی تھی جو تاریخ کے بہاؤ اور قانون کی کتب سے سی ۱۳۰ طیارے کے حادثے کے ساتھ ہی محو ہوگئی۔'' (صفحہ ۷۰۹)

اسی طرح پاکستان کی سپریم کورٹ نے این ایل آر ۱۹۹۳ ایس سی جے، صفحہ ۱۵۴ پر ریفرنڈم کے ذریعے صدر منتخب ہونے کے عمل کو حسبِ ذیل الفاظ میں مسترد کیا ہے:

''آئینی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک نامزد شخص (یعنی جنرل محمد ضیاء الحق) کو صدر گردانا گیا۔''

عدالتِ عظمیٰ نے اس فیصلے میں 'گردانا گیا' کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں۔ صاحبانِ فکر و نظر ان الفاظ کی تہوں میں پوشیدہ معنی سے بخوبی آگاہ ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک ریفرنڈم ۲۰۰۲ء کے قانونی اور آئینی ہونے کا تعلق ہے۔ اس بارے میں سپریم کورٹ کے روبرو کم از کم چھ درخواستیں زیر سماعت ہیں۔ جن کا فیصلہ عدالتِ عظمیٰ کا فل بنچ اپنے ضمیر، آئین، قانونِ ضرورت اور پی سی او کے تحت اُٹھائے ہوئے حلف کی روشنی میں کرے گا۔ زیرالتوا مقدمات کے بارے میں عدالتی رویوں پر قبل از وقت کوئی رائے دینا قانونی آداب کے منافی ہے۔ کسی مقدمے کا فیصلہ سامنے آجانے پر فیصلے کی خوبیوں اور خامیوں پر مدلل اور مثبت اظہارِ خیال کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا سپریم کورٹ میں زیر سماعت معاملات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ریفرنڈم کی شفافیت پر کچھ گفتگو ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔

جنرل محمد ایوب خان اور جنرل محمد ضیاء الحق نے جس انداز میں ریفرنڈم برپا کروائے، قوم کی نظر میں ان کی حیثیت کبھی بھی ایک مذاق سے زیادہ نہیں رہی۔ جنرل ایوب خان نے ۹۳ فیصدی سے زائد جبکہ جنرل ضیاء الحق نے ۹۷ فیصد سے زیادہ ووٹ حاصل کئے تھے۔ خود جنرل پرویز مشرف اپنے ریفرنڈم جلسوں میں مذکورہ دونوں ریفرنڈموں کو ایوب خان اور ضیاء الحق کے بیٹوں کی موجودگی میں غیر شفاف اور منافقانہ قرار دے چکے ہیں۔ ایک غیر آئینی عمل اگر غیر شفاف بھی ہو تو اس کا اعتبار کبھی قائم نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ایک مستقل تضحیک اس کا مقدر بن جایا کرتی ہے۔

شفافیت کے حوالے سے بھی ریفرنڈم ۲۰۰۲ء کے سلسلے میں نافذ کئے جانے والا ریفرنڈم آرڈر مطالعے کے لئے خاصا دلچسپ مواد مہیا کرتا ہے۔ اس آرڈر کے نمایاں پہلو حسبِ ذیل ہیں:

۱) ۱۸ سال کا ہر شہری جس کے پاس شناختی کارڈ ہوگا، ووٹ ڈالنے کا اہل ہوگا۔

۲) ہر شہری پورے پاکستان میں کہیں بھی ووٹ ڈال سکے گا۔ اپنے رہائشی حلقے میں ووٹ ڈالنے کی پابندی نہیں ہوگی۔

۳) ریفرنڈم کا سوال اُردو میں ہوگا۔ صوبہ سندھ میں یہ سوال سندھی میں لکھنے کی بھی اجازت ہوگی۔

۴) مسلح افواج کے افراد، بیرونِ ملک پاکستانی، جیلوں میں بند قیدی اور مخصوص سرکاری ملازم بذریعہ ڈاک جواب بھجوا سکیں گے۔

۵) کسی ووٹر لسٹ پر نام کا اندراج نہ ضروری ہوگا، نہ کوئی ووٹر لسٹ پولنگ سٹیشن پر موجود ہوگی۔

۶) بوگس ووٹنگ کی روک تھام صرف سرکاری نامزد کردہ اہلکاروں ہی کے ذمہ ہوگی۔

(ریفرنڈم مخالف سیاسی جماعتوں یا عوامی نمائندوں کے اعتراض اور پذیرائی کا کوئی مؤثر طریقہ آرڈر میں موجود نہیں ہے۔)

۷) پولنگ بوتھ زیادہ سے زیادہ اور عوامی جگہوں پر بنائے جائیں گے۔ (ایک خبر کے مطابق ان جگہوں میں ٹی وی سٹیشن، سیر گاہیں، تماشا گاہیں، ریلوے اسٹیشن، بس سٹاپ اور چڑیا گھر بھی شامل ہیں)

www.KitaboSunnat.com

ریفرنڈم آرڈر کے مذکورہ بالا لوازمات پر الیکشن کی بدعنوانیوں سے واقفیت رکھنے والا کوئی بھی شخص ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجوزہ طریقہ کے تحت کوئی بھی شخص مختلف جگہوں پر بآسانی کئی کئی بار ووٹ ڈال سکتا ہے۔ اگر بوگس ووٹوں کی روک تھام کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے یہ دلیل دی جائے کہ ہر ووٹر کے انگوٹھے پر اَن مٹ سیاہی کا نشان لگایا جائے گا تو اس پر یقین اس لئے نہیں کیا جاسکتا کہ ہر قومی الیکشن میں یہ تجربہ کیا جاتا ہے اور ہمیشہ ناکام رہتا ہے اور اس بات کا کون ضامن ہے کہ اَن مٹ سیاہی واقعی اَن مٹ ہوگی اور پھر سرکاری اہلکاروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ بوگس ووٹنگ کو روکنے کے لئے اتنی زیادہ سخت گیری کا مظاہرہ کریں اور اپنی نوکریوں کو خطرے میں ڈال لیں۔

جہاں مرضی جا کر ووٹ ڈالنے کی اجازت سے خواتین کے معاملے میں جی بھر کر دھاندلی کی جاسکتی ہے۔ پاکستان کی خواتین کی اکثریت اسلامی اصولوں کی روشنی میں شناختی کارڈ پر اپنی تصاویر لگوانے سے گریز کرتی ہیں اور دیہات میں تو نوے فیصدی سے زیادہ خواتین کے شناختی کارڈ تصاویر کے تکلف سے مبرا ہیں۔ ایک ناظم، کونسلر، پولیس کا سپاہی یا نمبردار تمام خواتین کے کارڈ جمع کر کے شناختی کارڈ نہ رکھنے والی خواتین اور بوگس ووٹ ڈالنے والی پیشہ ور عورتوں کے ذریعے جہاں چاہے اور جتنے چاہے ووٹ ڈلوا سکتا ہے۔ شناختی کارڈ کے مطابق پہچان کا سنجیدہ اور مؤثر نظام موجود نہ ہونے کے سبب مردوں کے ووٹ بھی دھڑا دھڑ پول کئے جاسکتے ہیں اور اگر ووٹ کی پرچی کے دوسری طرف شناختی کارڈ کا نمبر درج نہ کرنے کی بھی چھوٹ موجود ہو (جیسا کہ ریفرنڈم آرڈر سے ظاہر ہو رہا ہے) تو پھر کسی ووٹر کی حاجت ویسے ہی نہیں رہتی اور ووٹ پول کرنے کا تمام تر فریضہ پولنگ سٹیشنوں پر مقرر اہلکار از خود سرانجام دے سکتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وائس آف جرمنی نے اپنی نشریاتی سروس میں یہ پیشین گوئی تک کردی ہے کہ جنرل پرویز مشرف، جنرل ایوب خان اور جنرل ضیاء الحق سے زیادہ ووٹ حاصل کریں گے اور یہ بات بھی خارج از امکان نہیں ہے کہ وہ پاکستان بھر کے رجسٹرڈ ووٹروں کی کل تعداد سے بھی زیادہ ووٹ لے جائیں۔ جس الیکشن میں صرف ایک امیدوار ہو، صرف ایک بیلٹ بکس مہیا کیا جائے۔ مدمقابل قوتوں کا انتخابی عمل میں سرے سے کوئی کردار نہ ہو بلکہ انہیں اس عمل سے باہر رکھنے کا بطورِ خاص اہتمام کیا گیا ہو۔ کسی دوسرے امیدوار کو سامنے آنے کی اجازت نہ ہو۔ کاغذات نامزدگی نہ ہوں۔ امیدوار کی نااہلیت پر اعتراض دائر کرنے کا قانونی حق حاصل نہ ہو۔ کوئی انتخابی فہرست پیش نظر نہ ہو۔ کوئی الیکشن ٹریبونل نہ ہو۔ جہاں وزیر مواصلات کے حکم کے مطابق ..... اس وقت تک کوئی گاڑی، بس روانہ نہ ہو پائے جب تک سب مسافر ووٹ نہ ڈال لیں اور جس الیکشن کو کسی عدالت میں چیلنج نہ کیا جاسکتا ہو، اس الیکشن میں وائس آف جرمنی کی پیشین گوئی پوری ہوجانا کچھ عجب نہیں بلکہ عین ممکن دکھائی دیتا ہے!!

چلتے چلتے چند باتیں اسلام اور ریفرنڈم کے حوالے سے .....

www.KitaboSunnat.com

جنرل مشرف کے حق میں 'فی سبیل اللہ' ریفرنڈم مہم چلانے اور ان کے جلسوں میں کثرت سے اپنی جماعت کے پرچم لہرانے والے ایک نام نہاد دینی رہنما نے دعویٰ کیا ہے کہ ریفرنڈم عین اسلامی عمل ہے۔ جبکہ ایک اور مولانا نے جنہیں ریفرنڈم ہی کے مبارک مہینے میں وزارت سے نوازا گیا ہے، یہ فرمایا ہے کہ خلافت راشدہ کے دوران بھی ریفرنڈم ہوا کرتا تھا۔

اس سے قبل بھی جنرل ضیاء الحق کے دور میں جب ان کی حکومت کو نظریۂ ضرورت کے تحت قانونی بنانے کی جنگ اعلیٰ عدالتوں میں لڑی جارہی تھی، اچانک یہ نکتہ اٹھا دیا گیا تھا کہ 'نظریۂ ضرورت' عین اسلامی ہے لہٰذا اسے آئینی دفعات پر فوقیت حاصل ہے۔ نظریۂ ضرورت کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کی بحث عدالت تک بھی جا پہنچی۔ سپریم کورٹ کے ۹ معزز ججوں پر مشتمل فل بنچ کیس کی سماعت کر رہا تھا۔ ان سب نے نظریۂ ضرورت کو ریاستی ضرورت کا نظریہ قرار دے کر جنرل ضیاء الحق کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس فیصلے میں باقی جج صاحبان کے فیصلے سے اتفاق کرتے ہوئے ایک فاضل جج جسٹس افضل چیمہ نے مزید صراحت یہ کی کہ یہ نظریہ کوئی مغربی نظریہ نہیں ہے بلکہ عین اسلامی نظریہ ہے اور اس کا جواز تو قرآنِ حکیم سے ثابت ہے۔ جسٹس چیمہ نے اپنے فیصلے میں قرآن کی کچھ آیات بھی نقل کیں۔ اس طرح نظریۂ ضرورت یا ریاستی ضرورت کے نظریے کو عین اسلامی ہونے کا شرف بھی حاصل ہوگیا۔

یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ ریفرنڈم ۲۰۰۲ء کی آئینی حیثیت سے متعلق مقدمہ کی سماعت کرنے والے ۹ معزز ججوں کے فل بنچ کے سامنے ریفرنڈم کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا سوال بھی اٹھ کھڑا ہو اور مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کی مدد سے حکومتی وکلا ریفرنڈم کی دینی حیثیت کو اس مستحکم طریقے سے دلائل کے ساتھ ثابت کر دیں کہ مخالف قانون دان منہ دیکھتے رہ جائیں اور صدارتی ریفرنڈم نہ صرف آئینی بلکہ اسلامی بھی قرار پا جائے اور یار لوگ اس کے ساتھ ایک تقدیس کا پہلو بھی ٹانک دیں۔ شاعر نے شاید ایسی ہی صورتِ حال کے پیش نظر دین سے نابلد سیاست دانوں پر مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہارِ حیرت کیا تھا:

نہ جانے کس لئے پیر سیاست — دلوں میں بدگمانی ڈالتے ہیں؟
مقدس ، ریفرنڈم کا عمل ہے — فرشتے ووٹ آسمیں ڈالتے ہیں!!

اسلام میں اجماع اور معاہدات کی پاسداری ایک قانونی فریضے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام میں سود اپنی تمام تر اشکال و اقسام سمیت حرام ہے۔ بہت سے لوگوں نے سودی قرضوں کو اس بنیاد پر چیلنج کیا کہ قرض دینے والے ادارے اور بنک وغیرہ کی طرف سے سود کی وصولی کو غیر قانونی اور غیر اسلامی قرار دیا جائے۔ لیکن عدلیہ نے بے شمار مقدمات میں اس موقف کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور قرار دیا کہ یہ سود دونوں فریقین کے درمیان بہ رضا و رغبت ایک معاہدے کی بنیاد پر وصول کیا جارہا ہے اور چونکہ معاہدہ کرتے وقت بھی فریقین کو اسلامی قوانین کا علم تھا، اس لئے اب وہ اپنے معاہدے کے پابند ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین بھی ایک قومی معاہدے کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے مطابق حکومت ایک طے شدہ دستور کے مطابق تمام معاملات چلانے کی پابند ہے اور اس سے کسی بھی انحراف کو عدالت کے ذریعے غیر قانونی قرار دلوایا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی ریفرنڈم کو اسلامی عمل قرار دے کر آئین کی گرفت سے باہر نکالنا قرین انصاف نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی ہر شخص پر واضح ہے کہ ۱۹۷۳ء کا آئین ایک ایسا دستور ہے جس پر اسمبلی میں موجود تمام قومی اور علاقائی جماعتوں اور آزاد نمائندگان نے بلا جبر و اِکراہ دستخط کئے تھے۔ اور آج تک قومی حلقوں میں یہ بات بہ اصرار کہی جارہی ہے کہ اس متفقہ آئین کا تحفظ کیا جانا چاہئے۔ اس نقطہ نظر سے بھی دیکھیں تو کہا جاسکتا ہے کہ پوری پاکستانی قوم چونکہ اس آئین پر متفق ہے، اس لئے اس دستاویز کو قانونی اور اسلامی لحاظ سے قومی 'اجماع' کی طاقت بھی میسر ہے۔ پاکستان کی اعلیٰ ترین عدالتیں آئین کی اسلامی روح اور ضوابط کی بارہا توثیق و تصدیق کرچکی ہیں۔ اس لئے آئین میں موجود صدارتی انتخاب کے طریقے کو ایک طرح سے غیر اسلامی اور اسی آئین میں دیئے گئے ریفرنڈم کے انداز کو اسلامی قرار دے کر صدارتی الیکشن سے روگردانی اسلامی اصولوں کے معیار پر پسندیدہ قرار نہیں دی جاسکتی۔

جنرل پرویز مشرف کو ریفرنڈم کے حوالے سے تقریباً تمام قابل ذکر دینی جماعتوں، وکلا کی پاکستان بھر میں تمام منتخب تنظیموں اور اہل علم وصحافت کی مخالفت کا سامنا ہے اور وہ اس سلسلے میں اظہارِ حیرت اور اظہارِ ناراضگی بھی عوامی اجتماعات میں فرما چکے ہیں۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ان تینوں دانشور حلقوں کی بڑی اکثریت ریفرنڈم کو جمہوریت، ملک، قوم اور خود جنرل پرویز مشرف کے لئے نقصان دہ سمجھتی ہے اور تو اور فوجی حکومت کی عمومی طور پر حمایت کرنے والے دانشور بھی جنرل پرویز مشرف کو ریفرنڈم کے فیصلے پر نظرثانی کا مشورہ دے رہے ہیں۔

بھارتی جارحیت اور ہندو ذہنیت کے پیش نظر فوج کے بارے میں خصوصی طور پر نرم گوشہ رکھنے والے ممتاز کالم نگار عبدالقادر حسن نے جنرل ضیاء الحق کے ریفرنڈم پر اپنے کالم میں یہ بھید بھرا جملہ لکھا تھا کہ یہ ریفرنڈم صبح ۱۱ بجے تک منصفانہ تھا اور ۱۱ بجے کے بعد آزادانہ ہوگیا تھا۔ محترم ارشاد احمد حقانی جیسے دانشور نے عبدالقادر حسن کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مؤرخہ ۱۱/اپریل کے کالم 'حرفِ تمنا' میں لکھا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کا ریفرنڈم صبح سات بجے ہی سے آزادانہ ہوگا کیونکہ یہ ایک مادر پدر آزاد الیکشن ہوگا۔ انہوں نے آگے چل کر لکھا ہے کہ

> ''توقع تو یہ تھی کہ جنرل مشرف حقیقی اور مثبت معنوں میں اپنے پیش رو فوجی حکمرانوں سے بہتر روایات قائم کریں گے لیکن افسوس کہ بعض حوالوں سے وہ ان کے ناقابل رشک ریکارڈ کو بھی پیچھے چھوڑتے جارہے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

رپورتاژ ڈاکٹر صہیب حسن، لندن

''اُمتِ مسلمہ اور گلوبلائزیشن'' کے موضوع پر

رابطہ عالم اسلامی کی چوتھی عالمی کانفرنس☆

[کعبہ مشرفہ میں داخلے کی سعادت اور اس کا مختصر احوال]

محرم ۱۴۲۳ھ/اپریل ۲۰۰۲ء کے اواخر میں رابطہ عالم اسلامی نے اپنی چوتھی عالمی کانفرنس مکہ مکرمہ میں منعقد کی جس میں اطرافِ عالم سے پانچ سو کے قریب علما، قائدین اور سیاستدانوں نے شرکت کی۔ موضوعِ سخن '' اسلام اور عالمگیریت (گلوبلائیزیشن)'' چنا گیا تھا۔ کانفرنس کے افتتاحی اور اختتامی اجلاسوں کے علاوہ نو اجلاس ترتیب دیئے گئے تھے جس میں کانفرنس کے مرکزی موضوع کے علاوہ کئی دوسرے موضوعات کو جگہ دی گئی تھی۔

کانفرنس ایسے وقت منعقد ہوئی جبکہ فلسطین میں مسلمانوں کا خون بیدردی سے بہہ رہا ہے۔ اس لیے پہلے سے ترتیب شدہ پروگرام میں معمولی سی تبدیلی کے بعد ایک اجلاس صرف بیت المقدس کے لیے وقف کیا گیا۔ اتفاق سے یہ وہی اجلاس تھا جس میں اصلاً مجھے اور دو دوسرے مندوبین کو 'دیارِ مغرب میں مسجد کا کردار' پر اپنے اپنے مقالات کا خلاصہ پیش کرنا تھا لیکن اس بروقت تبدیلی کی بنا پر مجھے اس مقالہ کی تلخیص پیش کرنے کا موقع تو نہ مل سکا لیکن اپنے مقالہ کو مطبوع مقالات کے ضمن میں دیکھ کر اطمینان حاصل ہوا۔

ہر اجلاس میں مقالات کی تلخیص کے بعد حاضرین کو دو یا زیادہ سے زیادہ تین منٹ کے لیے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جاتا رہا جس میں بیشتر مندوبین اپنے مافی الضّمیر کی ادائیگی کرتے رہے۔ اس مختصر سے مضمون میں کانفرنس کی ساری کاروائی کا احاطہ تو مقصود نہیں ہے بلکہ اصلاً کانفرنس اور تبعاً اقامتِ مکہ کے چند تاثرات کا اظہار مقصود ہے۔

قاری شیخ عبداللہ بَصفر کی مسحور کن تلاوت سے افتتاحی اجلاس کا آغاز ہوا اور پھر اس اجلاس سے رابطہ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی، جمہوریہ مصر کے مفتی اعظم سید طنطاوی، مالدیپ کے سربراہ مامون عبدالوہاب، سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آلِ شیخ اور امیر مکہ شہزادہ عبدالمجید بن عبدالعزیز آلِ سعود نے خطاب کیا۔

یہ بات باعثِ اطمینان رہی کہ ان تمام حضرات کی تقاریر میں فلسطینی عوام پر یہودیوں کی مسلط کردہ جنگ کا تذکرہ نمایاں رہا۔ عالم اسلام کی جانی پہچانی شخصیت اور قطر میں مقیم مصری عالم ڈاکٹر شیخ محمد یوسف قرضاوی نے مسئلہ فلسطین کو نمایاں کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

☆ کانفرنس کا پروگرام اور ایجنڈا محدث میں ڈیڑھ سال پہلے شائع کیا گیا، دیکھئے 'محدث' اکتوبر ۲۰۰۰ء

www.KitaboSunnat.com

ایک موقع پر جب بوسنیا کے رئیس العلما والمشائخ جناب مصطفیٰ سیرچ نے سابق صدر بوسنیا جناب عزت بیگووچ کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا کہ ہم بوسنیا کے تلخ تجربہ کی روشنی میں یہ کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ عربوں کو اسرائیل سے صلح وآشتی کا راستہ اختیار کرلینا چاہئے تو شیخ یوسف قرضاوی فوراً مائیک پر آئے اور گویا ہوئے:

''میں ابتدا میں کہہ چکا ہوں کہ عالم اسلام کے اس بھرپور اجتماع میں سیاستدان ضرور شریک ہوں لیکن سیاست کا چولا اُتار کر، اور صرف ایک مفکر یا عالم کی حیثیت سے، لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جناب عزت بیگووچ نے اپنے اس موقف میں ایک سیاستدان کا روپ اختیار کیا ہے۔ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ فلسطینیوں پر جنگ مسلط کی گئی ہے اور بفحوائے قولِ ربانی ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعسٰى أَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''قتل وقتال تم پر فرض کیا گیا ہے، حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو۔'' اس جنگ میں ثابت قدم رہنا ہی مطلوب ہے۔ یہ عجیب بات ہوگی کہ دشمن آپ کو مرنے مارنے پر تلا ہو اور آپ امن وآشتی کا نعرہ بلند کرتے رہیں۔''

جناب مصطفیٰ سیرچ فوری جواب تو نہ دے پائے لیکن اگلے اجلاس میں انہوں نے وضاحت کی کہ میرے ممدوح جناب شیخ قرضاوی، عزت بیگووچ کی بات صحیح طور پر سمجھ نہیں پائے ہیں۔ ہمارا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ٹینکوں کا مقابلہ پتھروں سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے فی الحال ہمارے پاس دوسرا کوئی متبادل حل موجود نہیں ہے لیکن ہم جہاد سے پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں اور میں مفتی فلسطین شیخ عکرمہ صبری سے درخواست کروں گا کہ وہ میرا نام مجاہدین کی فہرست میں لکھ دیں اور جب بھی وہ آواز دیں گے، میں حاضری کے لیے بے تاب رہوں گا۔

یمن کے ایک درویش منش عالم شیخ عمر سیف اپنی گرجتی برستی آواز میں جہاد کی دعوت دے رہے تھے اور واشگاف الفاظ میں کہہ رہے تھے کہ یہ سب ٹینک، توپیں اور جہاز جن کے انبار ہم اپنے اپنے ملکوں میں لگا رہے ہیں، کس لیے ہیں؟ کیا اپنوں کو دبانے کے لیے یا دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے؟ انہوں نے عالم اسلام کی بے حسی، عرب اور مسلم ممالک کی جہاد سے ہچکچاہٹ، اور امریکہ اور اس کے حواریوں کی دیدہ دلیری کی جی بھر کر مذمت کی۔ ان کے الفاظ تازیانہ بن کر دل ودماغ کے تاروں کو جھنجھوڑ رہے تھے لیکن فغانِ درویش صدا بصحرا ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔

ایران کے آیت اللہ تسخیری نے بھی اعداءِ اسلام کی ان مذموم حرکتوں کو للکارا جو بیت المقدس کے تقدس اور اہل فلسطین کی آبرو کو داغدار کرنے کے لیے اسرائیل کے ہم نوا بن چکے ہیں۔

گجرات میں مسلمانوں پر جو قیامت بیت گئی، اس کا ذکر کسی مقرر کی زبان پر نہ آیا تھا، اس لیے راقم الحروف نے دو منٹ کے مختصر وقت میں یہ الفاظ عربی جامہ میں منتقل کر کے حاضرین کے گوش گزار کر دیے:

www.KitaboSunnat.com

''حمد وثنا کے بعد، کوئی شک نہیں کہ مسئلہ فلسطین ہر مسلمان کا اپنا مسئلہ ہے جس میں دورائیں نہیں ہوسکتیں لیکن کلامِ الٰہی میں یہود کی عداوتِ مسلمین کے ساتھ ساتھ مشرکین کی عداوت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔فرمایا: ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا﴾ ''ایمان والوں سے سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والوں میں تم یہود کو پاؤ گے اور مشرکین کو۔'' اس دور کے مشرکین جو سرزمین ہند میں بتوں کے پجاری ہیں، اس آیت کی کھلی تفسیر ہیں۔

شرکاء کانفرنس! چشم تصور سے دیکھئے کہ غوغائیوں کا ایک ہجوم ہے جو ایک گھر سے میاں بیوی کو کھینچ کر باہر لاتا ہے اور ان کے بچوں کے سامنے انہیں پہلے مٹی کے تیل میں نہلا دیا جاتا ہے اور پھر ان کے بدن میں آگ لگا دی جاتی ہے۔مرد وعورت کو انتہائی سفاکی کے ساتھ زندہ جلا دیا گیا جو کہ لمحوں میں کوئلہ کا ڈھیر بن گئے، اور یہ قصہ صرف ایک مرد وزن کا نہیں بلکہ دو ہزار سے زائد ان مقہور ومظلوم انسانوں کا ہے جنہیں سرزمین گجرات پر موت اس عالم میں آئی کہ کسی کو آگ کھا گئی، کوئی تلوار کا گھائل ہوا، کوئی بندوق کی گولی کا شکار ہوا اور کوئی کنویں کی نذر ہوا۔

دوسری طرف مسلم کشمیر میں چھ لاکھ سے اوپر ہندی فوج مسلمانوں کے سینوں پر دندنا رہی ہے، جہاں کہیں بھی کوئی فدایانہ کاروائی ہوتی ہے، فوجی نواحی آبادی پر بھوکے کتوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں اور پھر بچے، بوڑھے، مرد اور عورتیں ان کا نشانۂ اِنتقام بنتے ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی چونکہ ایک اسلامی پلیٹ فارم ہے، اس لیے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ رابطہ کی طرف سے مختلف ممالک کے افراد پر مشتمل ایک وفد ترتیب دیا جائے جو خاص طور پر گجرات کا دورہ کرے اور عالم اسلام کو حقائق سے آگاہ کرے تاکہ ہم دوست اور دشمن کی پہچان کرسکیں اور یقیناً اللہ انہی کی مدد کرتا ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں..... والسلام!''

مقام مسرت ہے کہ اگلے دن کے اجلاس میں برطانیہ کے لارڈ نذیر احمد اور مسلم کونسل، برطانیہ کے سیکرٹری جنرل یوسف بھائی لوک نے بھی اپنے اپنے خطاب میں اس موضوع کی طرف توجہ دلائی۔آزاد کشمیر کے مولانا عبدالرشید ترابی نے مسئلہ کشمیر کے بارے میں حاضرین کو حقائق سے آگاہ کیا۔

کانفرنس کے موضوعات

کانفرنس کے مرکزی مضمون سے صرف دو اجلاس متعلق رہے؛ ایک 'عالمگیریت کے چیلنج' اور دوسرا 'میڈیا اور عالمی نظام'..... باقی اجلاسوں میں مختلف دوسرے موضوعات کو موضوعِ سخن بنایا گیا جیسے:

عصر حاضر میں مسلم خاندان

اتحادِ عالم اسلامی

بیت المقدس اور مسلمانوں کے فرائض

یورپ میں مسلمانوں کے احوال

www.KitaboSunnat.com

مسلم اقلیات

دعوتِ اسلام کی آفاقیت

دہشت گردی اور اسلام کے خلاف حملوں کی نوعیت

نامور شرکا

مقالات پیش کرنے والے حضرات میں سے اکثر عالم اسلام کے جانے پہچانے علماء ومفکرین تھے، قابل ذکر یہ ہیں:

- متعدد فقہی وعلمی کتب کے مصنف ڈاکٹر وہبہ مصطفیٰ زحیلی
- ندوۃ العلما کے موجودہ روح رواں شیخ محمد رابع ندوی
- مصر کے معروف محقق ڈاکٹر عبدالصبور مرزق
- اٹلی کے نومسلم سفیر ماریوشالویا
- موریطانیہ کے فقیہ ڈاکٹر عبداللہ بن بیّہ
- مفتی فلسطین شیخ عکرمہ صبری
- سوڈان کی وزارتِ مذہبی اُمور کے وزیر ڈاکٹر عاصم البشیر، جنہوں نے اپنے خوبصورت عربی خطاب ادب وبلاغت کی رنگینیوں اور حسن ادا کی لطافت سے حاضرین کو بہت متاثر کیا۔
- ندوۂ شباب اسلامی عالمی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر مانع بن حماد جہنی
- بوسنیا کے رئیس العلما ڈاکٹر مصطفیٰ سیرچ
- کویت کے ڈاکٹر عبدالرحمٰن السمیط جو عرصۂ دارز سے افریقہ میں سرگرم عمل ہیں۔
- ڈاکٹر علی قرہ داغی جنہوں نے قطبین اور انتہائی شمالی ممالک کے ان مسائل کا تذکرہ اور حل پیش کیا جو موسم گرما میں دن کی غیر معمولی طوالت کے باعث پیش آتے ہیں۔
- نائیجریا میں اُردن کے سابق سفیر ڈاکٹر کامل شریف جو اپنی کبرسنی کے باوجود ہر مسلم بین الاقوامی کانفرنس میں سرفہرست رہتے ہیں۔
- شیخ عبدالرحمٰن الحبنکّۃ میدانی جو اپنی دعوتی اور فقہی تحقیقات کی بنا پر علما میں امتیازی مقام رکھتے ہیں
- ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر جو سابق مفتی اعظم عبدالعزیز بن بازؒ کے سالہا سال پرسنل سیکرٹری رہے اور مجلة البحوث الاسلامية کے مدیر کے طور پر سعودی عرب کی مقتدر شخصیات میں شمار ہوتے ہیں
- نائیجریا کے شیخ احمد لیمو جو بلادِ افریقہ میں دعوتی وعلمی کام کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

- سوڈان کے ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس جو طبقہ اساتذہ میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور آج کل امریکہ کی اسلامی اوپن یونیورسٹی کے چانسلر ہیں۔
- عراق کے ڈاکٹر احمد فتحی الراوی جو یورپ کی مسلم تنظیموں کی فیڈریشن کے صدر ہیں۔

ناقدین و مبصرین

کانفرنس کے ہر اجلاس میں پیش کردہ مقالات پر تنقیدی نظر ڈالنے کے لیے جن اصحاب کا انتخاب کیا گیا، ان میں سے چند شخصیات کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا:

- کویت کے ڈاکٹر خالد عبداللہ المذکور
- ایران کے ڈاکٹر محمد شریعتی
- لاس اینجلس (امریکا) کے اسلامک سنٹر کے ڈائریکٹر مزمل صدیقی جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ بعد میں برطانیہ اور امریکہ کی جامعات سے استفادہ کیا اور اب اپنے دعوتی کام کی بنا پر امریکہ کی معروف شخصیت ہیں۔
- سوڈان کے ڈاکٹر احمد علی الامام، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ التحصیل، پھر گلاسگو یونیورسٹی سے علم قراءت پر تحقیقی کام کیا اور اب سوڈان میں دعوتی مہم سنبھالے ہوئے ہیں۔

اب آیئے، ان مقتدر شخصیات کا تذکرہ ہو جائے جنہوں نے مختلف اجلاسوں کی صدارت کی:

مجالس کی صدارت

ذکر آچکا ہے کہ افتتاحی اجلاس کی صدارت مکہ کے امیر شہزادہ عبدالمجید بن عبدالعزیز آلِ سعود نے کی۔ باقی اجلاسوں کے صدور مندرجہ ذیل حضرات تھے:

- سوڈان کے ایک سابق فوجی صدر عبدالرحمٰن سوّار الذہب جو ایک مختصر سے عرصہ کے لیے سوڈان کے صدر رہے لیکن سویلین حکومت کے قیام کے وعدہ کو اس خوبصورتی سے نبھا گئے کہ اب تک اپنی شرافت اور نجابت کی بنا پر یاد کئے جاتے ہیں۔ آج کل دعوۃِ اسلامیہ کے بین الاقوامی مرکز (خرطوم) کے صدر ہیں۔
- سعودی عرب کے وزیر عدل اور آلِ شیخ کے ہونہار نقیب ڈاکٹر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم آلِ شیخ
- نائیجیریا میں اُردن کے سابق سفیر، الاخوان المسلمون کی معروف شخصیت جناب کامل شریف
- ڈاکٹر جعفر عبدالسلام
- ڈاکٹر عصام البشیر جن کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔
- رابطہ عالم اسلامی کے سابق سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ بن صالح العبید
- رابطہ عالم اسلامی کے دورِ اوّل کے ایک انتہائی متحرک اور بااثر سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف

www.KitaboSunnat.com

- سعودی عرب کے سابق وزیر اطلاعات ڈاکٹر محمد بن عبدہٗ یمانی
- جامعہ ازہر کے چانسلر ڈاکٹر احمد عمر ہاشم

قراردادیں اور یادداشتیں

مؤتمر کے اختتام پر ۳۲ صفحات پر مشتمل قراردادوں اور سفارشات کا مجموعہ سامنے آیا۔ آخری اجلاس اس 'کمیونیکے' کی ریڈنگ اور بحث ومباحثہ پر ختم ہوا۔

اس مجموعہ سفارشات وقرارداد میں مندرجہ ذیل تین مرکزی موضوع سرفہرست رہے:

۱) اُمتِ مسلمہ اور فریضہ دعوت الی اللہ
۲) اُمت مسلمہ اور نیا عالمی نظام (گلوبلائیزیشن)
۳) مسلمان اقوام اور اقلیات کے مسائل

پہلے موضوع کے ضمن میں ذیلی عنوانات یہ تھے:

۱) شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ
۲) فریضہ دعوت الی اللہ
۳) قرآن کریم کی اشاعت، اس ضمن میں اسرائیل کے طبع کردہ ناقص عبرانی ترجمے کی نشاندہی اور ایک صحیح عبرانی ترجمے کی تیاری پر زور دیا گیا تھا۔
۴) مسجد ایک مشن اور پیغام کی حیثیت سے
۵) اسلامی تعلیم کا فروغ

دوسرے موضوع کے ذیلی عنوانات:

۱) اتحاد اسلامی کی ضرورت
۲) امتِ مسلمہ کے شاہراہِ وسط اور عدل پر ہونے کی اہمیت
۳) اسلام کا دفاع اور اسلام کی صحیح تصویر اجاگر کرنے کی ضرورت
۴) اسلامی رفاہی اداروں کی پشت پناہی اور ان کا دفاع
۵) اسلام میں تجدید دین اور اجتہاد کا مقام
۶) امتِ مسلمہ کے لیے پائیدار امن کی ضرورت
۷) اسلامی جدوجہد میں تعاون اور مشارکت
۸) اسلامی محکمہ عدل کے قیام کی ضرورت
۹) مسلم معاشروں کی ترقی کے لیے اقدامات کی ضرورت
۱۰) انسانی حقوق

www.KitaboSunnat.com

۱۱) مسلم معاشرہ کو پیش آمدہ چیلنج اور ان کا جواب
۱۲) خاندان، بچوں اور خواتین سے متعلق مسائل
۱۳) غیر مسلم ممالک میں اسلامی مراکز وجمعیات
۱۴) اسلام اور دہشت گردی
۱۵) اسلامی ذرائع ابلاغ
۱۶) امتِ مسلمہ اور دوسری تہذیبوں کے درمیان ڈائیلاگ
۱۷) اسلام ایک تہذیبی متبادل نظام کی حیثیت سے

تیسرے موضوع کے ذیلی عنوانات:

۱) فلسطین، بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ
۲) بلاد بلقان
۳) چیچنیا
۴) مسلم اقلیتیں

کعبہ مشرفہ میں داخلے کی سعادت اور اس کا احوال

کانفرنس کے دوران دنیا بھر سے آئے ہوئے کئی شناسا چہرے نظر آئے۔ بعض ایسے کہ جن سے مل کر بہت سی پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔ اس عظیم اجتماع کی مناسبت سے ایک عظیم سعادت بھی حاصل ہوگئی۔ کانفرنس کے آخری دن کی کاروائی باقی تھی کہ فجر کی نماز اور طوافِ کعبہ کے بعد لندن اسلامک کلچرل کے ڈائریکٹر جناب احمد الدُّبّیان نظر آئے۔ انہوں نے بتایا کہ کل رات شرکاءِ کانفرنس کی ایک بڑی تعداد کو عمارتِ کعبہ میں داخل ہونے کا پروانہ جاری کیا گیا ہے۔ میں چونکہ اس کاروائی سے ناواقف تھا اس لیے انہوں نے براہِ کرم مجھے اپنے ساتھ لیا اور مُکبّرۃ (اذان دینے کی جگہ) کے ساتھ کانفرنس کے مدعوین کے لیے مخصوص جگہ میں اندر آنے کی اجازت دلوائی اور پھر پروانۂ دخولِ کعبہ بھی۔ زہے نصیب کہ زندگی میں تیسری مرتبہ یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے!!

چھتیس یا سینتیس سال قبل زمانۂ طالب علمی میں ایک دفعہ ۸/ذوالحجہ کو غسل کعبہ کی تقریب کے بعد عوام الناس کی بھیڑ کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے کا موقع ملا تھا لیکن بڑی کشاکش اور دھکم پیل کے بعد۔

دوسری مرتبہ دس گیارہ سال قبل رابطہ ہی کی ایک کانفرنس نے یہ موقع بہم پہنچایا تھا اور اب پھر نگاہ دید بابِ کعبہ کھلنے کی منتظر تھی۔ اس دوران بارانِ رحمت خوب سج دھج کے ساتھ مکہ کے درودیوار کو نہلا گیا۔ اشتیاق کے لمحات طویل ہوتے گئے۔ پھر کچھ امید افزا آثار نظر آنے لگے۔ سعودی سپاہیوں نے کعبہ کو گھیرے میں لے لیا اور طواف کرنے والوں کا دائرہ تنگ ہوتا گیا۔ پھر جونہی لکڑی کی ایک سیڑھی بابِ کعبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آ کر لگی، وصال کی گھڑیاں نویدِ جانفزا کا پیغام لائیں۔

ہمارے وفود رکن یمانی کی جانب سے ہوتے ہوئے 'حطیم' میں داخل ہوئے اور پھر یہاں سے بابِ کعبہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے قطار در قطار آہستہ آہستہ کھسکنے لگے۔ حطیم اصلاً چونکہ کعبہ ہی کا حصہ ہے، اس لیے ایک کے بعد دوسری جبین نیاز پرنم آنکھوں کے ساتھ فرشِ حطیم کو بحالتِ سجود چھونے لگی۔ قافلہ دھیرے دھیرے آگے بڑھتا گیا، جونہی پہلے داخل ہونے والے باہر کا رخ کرتے، باقی مشتاقانِ دید کے لیے راستہ صاف ہو جاتا۔ بارے سیڑھی تک رسائی حاصل ہوئی، پروانۂ راہداری 'شرطہ' کو تھمایا، سیڑھی کے چند قدموں کو تیزی کے ساتھ عبور کیا، کعبہ کی چوکھٹ پار کرنے کے بعد ایک دفعہ پھر میں کعبہ کی گود میں تھا!! سبحان الله وبحمده وسبحان الله العظيم!

نماز کا یہ انوکھا منظر کہ جس سمت میں چاہو، کھڑے ہو کر نیت باندھ لو، کہاں اور نظر آئے گا؟ ہمارے ساتھی سربسجود تھے یا دعاؤں میں مشغول، آہوں اور سسکیوں کی مدہم آوازیں کعبہ کی پرسکون فضا میں تلاطم برپا کر رہی تھیں۔ وفود کے صف بستہ ہجوم میں جس رُخ میں نے دو رکعت نماز ادا کی، وہ حطیم کی جہت تھی، اس بار میں کعبہ کا بھرپور جائزہ لینا چاہتا تھا، اس لیے بارگاہ الٰہی میں اپنی دعائیں، التجائیں، درخواستیں پیش کرنے کے بعد کعبہ کے اندرونی ماحول کو ٹٹولنا شروع کیا۔

اس مکعب کمرے کے وسط میں تین ستون ہیں جن کے درمیان بالائی سطح پر ایک تار ایک دیوار سے دوسری دیوار تک تنی ہوئی ہے۔ اس تار میں ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں ظروف لٹکے ہوئے نظر آئے۔ تانبے، پیتل اور نکل کے یہ ظروف قندیل ہیں یا قندیل نما، کسی زمانہ میں مستعمل رہے ہوں گے یا بطورِ ہدیہ نذر کئے گئے ہوں گے۔ تار کے عین نیچے فرش پر چند چوبی صندوق نظر آئے، جو ان عطریات اور خوشبوؤں سے مالا مال ہیں جو کعبہ کی اندرونی فضا کو معطر کئے رکھتے ہیں۔ دیواروں کی اندرونی بالائی سطح سبز رنگ کے منقش غلاف سے ڈھکی ہوئی ہے یا یوں کہئے کہ غلاف دیوار پر پیوست ہے۔ حطیم کی جانب کا دایاں کونہ دو دیواروں سے فرش تا چھت بند دکھائی دیا۔ جس کے ایک طرف 'مذہب' دروازے کی موجودگی کعبہ کے اندر ایک اور بند حجرے کی نشاندہی کر رہی تھی۔ دروازہ کے ساتھ بائیں جانب کتبے کی موجودگی نے اس عقدہ کو حل کیا۔ یہ کتبہ بتا رہا تھا کہ شاہ خالد بن عبدالعزیز کے عہد میں سال ۱۳۹۷ھ کعبہ کی سیڑھی کی تجدید کی گئی۔ اس وقت تو دھیان اس سیڑھی کی طرف گیا کہ جس پر چڑھ کر ہم کعبہ میں داخل ہوئے تھے لیکن بعد میں امام کعبہ شیخ عبدالرحمٰن سدیس سے استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ اس سے مراد وہ گول آہنی سیڑھی ہے جو صفائی کرنے والوں کو کعبہ کی چھت تک لے جاتی ہے اور جسے یہ حجرہ زائرین کی نگاہوں سے اوجھل کئے رکھتا ہے۔

دل تو چاہتا ہے کہ کچھ دیر اور رکوں لیکن نقیب کی آواز 'چلو چلو' کی صدا لگا رہی تھی۔ اس لیے ناچار باہر کا رخ کیا۔ اُترتے وقت دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم جس میں کانفرنس کے چند شرکا بھی تھے، کعبہ میں داخل

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی آس لگائے کھڑے ہیں لیکن سپاہِ حرم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا، اس لیے مزید افراد کو اندر آنے کی اجازت نہ مل سکی۔ وعدۂ فردا پر ٹرخائے ہوئے ان افراد سے نجانے یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے!!

اس دفعہ غلافِ کعبہ کا بھی چہار اطراف سے جائزہ لیا۔ سونے کے تاروں سے نقش کندہ تحریر میں وہ تمام آیات شامل تھیں جو بیت اللہ الحرام، تطہیر کعبہ، حج بیت اللہ، نداءِ ابراہیمی اور توحید باری سے متعلق ہیں۔ جگہ جگہ اسماءِ حسنیٰ منقش ہیں۔ موجودہ غلافِ کعبہ میں کلام الٰہی کے علاوہ صرف یہ تحریر شامل ہے:

صنعت هذه الكسوة فى مكة المكرمة وأهداها إلى الكعبة خادم الحرمين الشريفين الملك فهد بن عبدالعزيز آل سعود ..... تقبل الله منه عام ١٤٢٢ھ

''یہ غلاف مکہ مکرمہ میں تیار کیا گیا؛ جسے خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آلِ سعود نے ۱۴۲۲ھ میں کعبہ کو ہدیتاً پیش کیا..... اللہ ان سے قبول فرمائے۔''

جمعیتِ اہل حدیث کا استقبالیہ

کانفرنس کی مناسبت سے جناب فضل الرحمٰن نے جدہ کے احبابِ جمعیت اہل حدیث کے تعاون سے شاہین ریسٹورنٹ میں بلادِ ثلاثہ (پاکستان، ہندوستان اور برطانیہ) کے وفودِ جمعیت کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ پاکستان سے پروفیسر ساجد میر، ہندوستان سے مولانا عبد الوہاب خلجی، برطانیہ سے راقم الحروف اور مولانا شعیب احمد میر پوری اور ان کے دو رفقا اور مکہ مکرمہ سے جناب شیخ وصی اللہ خصوصی مہمان تھے۔ جامعہ سلفیہ بنارس کے ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، شیخ الجامعہ مولانا رضاء اللہ اور جمعیت اہل حدیث ہند کے نومنتخب ناظم اعلیٰ مولانا اصغر علی بھی مدعو تھے، لیکن بوجوہ شریک نہ ہو سکے۔ عشا کے بعد ہونے والی اس باوقار تقریب میں شرکاءِ محفل کا تعارف کرایا گیا اور ہم میں سے ہر شخص نے دعوت الی اللہ یا جمعیت کے کام کے بارے میں چند کلمات کہے۔ آدھی رات ہونے کو تھی کہ یہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی اور کوئی ایک بجے رات ہم اس خوشگوار محفل کی یادیں سمیٹتے مکہ میں اپنے مستقر واپس پہنچے۔

امامِ کعبہ سے ملاقات

مکہ کے قیام کے دوران فضیلۃ الشیخ محمد بن عبد اللہ السبیل کے درِ دولت پر ان کے جوان بیٹے، خطیبِ حرم، استادِ جامعہ اُمّ القریٰ شیخ عمر السبیل کی ناگہانی وفات پر بغرضِ تعزیت جانا ہوا۔ شیخ صبر وعزیمت کے پہاڑ نظر آئے۔ باتوں سے ذرا فراغت ہوئی تو اپنے بیٹے عبداللطیف سے ابن افلح کی 'الآداب الشرعیہ' پڑھنے کو کہا۔ وہ کتاب پڑھتے جاتے اور شیخ موقع ومحل کی مناسبت سے شرح کرتے جاتے۔

شیخ سے ایک دوسری ملاقات بھی تھی اور برادرم وصی اللہ کی معیت میں دوبارہ ان کے گھر کا قصد بھی کیا لیکن اس روز شدید اور موسلا دھار بارش کی بنا پر راستے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔ مکہ سے 'عوالی' کا راستہ کوئی زیادہ نہیں لیکن اس روز کاروں کا سیل رواں ابرِ رحمت کے طوفانِ بلاخیز کے سامنے جم نہ سکا اور پھر گاڑی کا رُخ واپس مکہ کی طرف پھیرنا پڑا۔ وما تشاؤون إلا أن يشاء الله! یارِ زندہ صحبت باقی!

www.KitaboSunnat.com

یادِ رفتگاں

محمد اسلم صدیق

آہ، مبلغ قرآن راہیٔ ملکِ عدم ہوئے!

پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب کی المناک شہادت

جو بھی اس عالم کون ومکان میں آیا، اسے ایک نہ ایک دن ضرور موت کے حادثہ سے دوچار ہونا ہے۔ تاہم زندگی اور موت کے انداز رنگا رنگ ہیں۔ کچھ لوگ اس انداز سے مرتے ہیں کہ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی اور کچھ اس شان سے رختِ سفر باندھتے ہیں کہ ان کی حسین یادیں مخلوقِ خدا کے دلوں میں ہمیشہ تابندہ رہتی ہیں۔ صادق ومصدوق حضرت رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين..... (صحیح مسلم: حدیث ۱۳۵۳)

''اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے ذریعہ ہی لوگوں کو حقیقی بلندیاں عطا فرماتا ہے تو اس سے روگردانی کرکے دوسرے ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔''

حال ہی میں قرآنِ کریم کی زبان کے خدام میں ایک نمایاں نام جناب عطاء الرحمٰن ثاقب کا شامل ہوا تھا کہ جواں عمر میں ہی اگلے جہاں سدھار گئے۔ گذشتہ چند سالوں سے جس طرح موصوف لغت قرآن کی تسہیل کرکے فہم قرآن عام کررہے تھے، اس سے امید کی جارہی تھی کہ بہت جلد یہ مبارک سلسلہ ملک کے کونے کونے میں پھیل کر دین وشریعت کے لئے تقویت کا باعث ہوگا، لیکن افسوس کہ اسلام دشمن قوتوں کو یہ گوارا نہ ہوا اور ایک سازش کرکے ان ظالموں نے انہیں ۱۹/ مارچ ۲۰۰۲ء کو نہایت بے دردی سے شہید کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! دکھ یہ ہے کہ یہ تابناک چراغ اس وقت اچانک گل ہوگیا جب کہ ہزاروں خواتین وحضرات اس سے اپنے دلوں کو منور کررہے تھے اور جس کی ضوافشانی روز افزوں تھی۔

مولد ومسکن

عطاء الرحمٰن ثاقب ۲۱/ جون ۱۹۶۰ء کو ضلع فیصل آباد تحصیل سمندری کے ایک گاؤں ۴۷۴ گ ب کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدِ گرامی مولوی عبدالرحمٰن حصاری اپنے گاؤں میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ان کی دینداری اور پختگی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب کوئی بے نماز شخص مرتا تو اس کا جنازہ پڑھانے سے انکار کردیتے۔

تعلیم وتربیت اور جامعہ رحمانیہ سے ان کی وابستگی

جناب عطاء الرحمٰن ثاقبؒ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والدِ گرامی سے ہی حاصل کی۔ مزید تعلیم کے

www.KitaboSunnat.com

لئے والد نے اپنے اس ہونہار بیٹے کو جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ فیصل آباد میں داخل کروا دیا۔ جہاں درسِ نظامی کی ابتدائی کلاسیں پڑھیں۔ کچھ عرصہ بعد جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ، فیصل آباد سے جامعہ لاہور الاسلامیہ (جامعہ رحمانیہ) میں داخلہ حاصل کرلیا۔ محترم حافظ ثناء اللہ مدنی سے حدیث پڑھی اور دیگر اساتذہ سے علومِ شریعہ میں دسترس حاصل کی۔ ان کا شمار جامعہ کے ذہین طلبا میں ہوتا تھا۔ آپ علومِ دینیہ وعربیہ کے ساتھ ساتھ جامعہ کے نظام کے مطابق دوسری شفٹ میں عصری علوم بھی حاصل کرتے رہے۔ اور ۱۹۸۲ء کے میٹرک امتحان میں لاہور بورڈ سے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اس اِعزاز کو اُس وقت جامعہ کے آرگن ماہنامہ 'محدث' میں بھی شائع کیا گیا۔

جامعہ سے فراغت کے بعد ایک عرصہ تک مدیر جامعہ لاہور الاسلامیہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کے پرسنل اسسٹنٹ/سیکرٹری رہے اور اس دوران جامعہ میں بعض اسباق کے علاوہ مدنی صاحب کی سرپرستی میں بعض کتابوں کے اُردو تراجم بھی کرتے رہے جس میں امام ابن تیمیہؒ کی کتاب الحسبة في الاسلام وغیرہ شامل ہیں۔ اسی دوران ان کی شدید خواہش کی تکمیل کی غرض سے مہتمم جامعہ نے انہیں جامعہ الملک سعود (ریاض یونیورسٹی) کے 'عربیک ٹیچر ٹریننگ کورس' میں داخلہ دلوایا۔ ریاض یونیورسٹی میں مختلف موضوعات پر مقابلے ہوتے رہتے تھے۔ اس طرح کا ایک مقابلہ جس میں ابن تیمیہ کی کتاب الحسبة في الاسلام کو یاد کرکے سنانا تھا۔ آپ نے بھی اس میں حصہ لیا اور اس میں اوّل پوزیشن حاصل کرکے اسی یونیورسٹی سے انعام حاصل کیا اور اس خوشی میں مولانا عبدالرحمٰن مدنی کی ریاض آمد پر 'تنظیم برائے اہل حدیث طلبا' (ریاض یونیورسٹی) جس کے امیر حافظ عبدالسلام فتح پوری (موجودہ شیخ التفسیر جامعہ رحمانیہ) تھے، کی طرف سے انہیں عشائیہ دیا گیا۔

یہ تربیتی کورس چونکہ تین ماہ کے دورانئے کا تھا۔ اس لئے جامعہ رحمانیہ نے جناب عطاء الرحمٰن ثاقب کو ان کی ذہانت اور عربی زبان سے خصوصی لگاؤ کے پیش نظر انہیں دوبارہ اعلیٰ تعلیم کے لئے ریاض کی ایک دوسری اسلامی یونیورسٹی امام محمد بن سعود کے کلیہ اُصول الدین میں داخل کروا دیا۔ اس طرح عطاء الرحمٰن ثاقب وہ واحد طالب علم ہیں جنہیں جامعہ رحمانیہ نے دو دفعہ سعودی عرب میں تعلیم کے لئے بھیجا۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر سے وابستگی

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کو اپنی تحریکی اور سیاسی مصروفیات کی بنا پر کسی ایسے نوجوان ساتھی کی ضرورت تھی جو عربی کا اچھا ذوق رکھنے کے ساتھ ساتھ ٹائپ وغیرہ کا بھی ماہر ہو۔ یہ صلاحیتیں جناب عطاء الرحمٰن ثاقب میں اعلیٰ ذہانت کے ساتھ بخوبی موجود تھیں، اس شدید ضرورت کے پیش نظر ان کا رابطہ رحمانیہ کے ایسے طلبا سے رہتا تھا جو عربی زبان کے ساتھ ساتھ ایسی تکنیکی مہارت بھی رکھتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

ابھی ثاقب صاحب کو جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ میں بمشکل ایک سال ہی گزرا ہوگا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے اس وقت کے مدیر ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی سے خصوصی تعلقات کی بنا پر جامعۃ الامام ہی کے خرچ پر انہیں اپنے معاون کی حیثیت سے پاکستان لے آئے اور انہیں اپنے اشاعتی ادارہ 'ترجمان السنۃ' کے ساتھ منسلک کرلیا۔ یہیں سے ثاقب مرحوم نے اپنی جماعتی اور تحریکی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور ساتھ ہی ساتھ علامہ شہیدؒ کے معاون کی حیثیت سے جہاں ان کی عربی کتابوں کی تدوین کی خدمات انجام دیتے رہے، وہاں بعض کتب کا سلیس اور رواں اُردو زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ان خوبیوں کا اعتراف علامہ شہید اپنی نجی مجلسوں میں بارہا کرتے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر کہا کہ

''مجھے اللہ نے ایسا ذہین نوجوان عالم عطا کردیا ہے کہ اس کے ذریعے قرآن وسنت کے ابلاغ میں بہت مدد لی جاسکتی ہے۔''

تدریسی خدمات.....فہم القرآن انسٹیٹیوٹ کا قیام

ثاقب مرحوم نے علامہ شہید سے ایک طرف تحریکی اور سیاسی ذہن لیا تو دوسری طرف ہمیشہ ان کے سامنے حافظ عبدالرحمٰن مدنی کی ولولہ انگیز شخصیت رہی بالخصوص جامعہ رحمانیہ میں تعلیم اور مدنی صاحب کی معاونت کے دوران ان کے سامنے ادارہ کی وہ سرگرمیاں رہیں جن میں جامعہ کے انسٹیٹیوٹ آف ہائر سٹڈیز ان شریعہ اینڈ جوڈیشری کے زیر اہتمام وکلا اور جج حضرات کو قاضی کورس کروائے جاتے تھے جن میں جدید طریقوں پر مبنی عربی زبان کے کورس بھی تھے۔ ان کورسوں میں بیرونِ ملک تربیت یافتہ اساتذہ کے علاوہ سمعی و بصری آلات سے بھی مدد لی جاتی تھی اور یہ کوششیں اس جدید تعلیم یافتہ طبقہ پر ہوتی تھیں جو قانون کی مہارت کے باوجود عربی زبان سے بالکل نابلد تھا۔ قدیم وجدید کے امتزاج پر مشتمل یہ سرگرمیاں نہایت عروج پر تھیں۔ یہاں سے آپ کو جدید طبقہ میں کام کرنے کا تجربہ اور حوصلہ بھی ملا جس پر علامہ شہید کی رفاقت نے مہمیز کا کام دیا۔

علامہ صاحب کی شہادت کے بعد کچھ عرصہ آپ سیاسی سرگرمیوں سے وابستہ رہے اور مختلف تنظیموں میں فعال کردار ادا کیا، پھر پلٹا کھایا اور دوبارہ تدریس کی طرف رجوع کرلیا اور اس طرح آپ چند سال ڈاکٹر اسرار احمد کے قرآن کالج سے وابستہ رہے، جہاں عربی زبان کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ بعدازاں ڈاکٹر راشد رندھاوا کے قرآن انسٹیٹیوٹ سے وابستہ ہوگئے۔ یہاں سے آپ نے ایک خاص انداز پر فہم قرآن بذریعہ عربی زبان کورسز کا آغاز کیا۔ خدا داد ذہانت اور منفرد طرز تدریس کی بدولت آپ کی کلاسوں میں حاضری روز بروز بڑھتی چلی گئی اور تجربے کے ساتھ ساتھ آپ کا طرزِ تدریس بھی مزید نکھرتا چلا گیا۔ قرآن انسٹیٹیوٹ کے بعد کچھ عرصہ آپ نے نوبل قرآن انسٹیٹیوٹ، جوہر ٹاؤن لاہور میں کام کیا، اس کے بعد اپنا

www.KitaboSunnat.com

مستقل ادارہ 'فہم قرآن انسٹیٹیوٹ' قائم کرلیا۔ یہیں سے آپ کا وہ کارنامہ شروع ہوتا ہے جو آپ کی شہرت اور ہر دلعزیزی کا باعث ہوا۔ چنانچہ وہ اس کے قیام کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مجھے ملک کے نامور خطیب اور سیاستدان اور بین الاقوامی دینی مصنف و سکالر علامہ احسان الٰہی ظہیر کی رفاقت کا موقعہ بھی ملا۔ اس دوران بہت سی ایسی شخصیات سے میری ملاقات ہوئی جنہوں نے عربی سیکھنے اور قرآن مجید سمجھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ علامہ شہید کے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ وہ انفرادی سطح پر ان کی یہ خواہش پوری کرسکتے۔ اس وقت سے مجھے یہ احساس تھا کہ اس شعبے کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ علامہ صاحب کے المناک سانحہ کے بعد مجھے ڈاکٹر اسرار احمد کے قرآن کالج میں تعلیم یافتہ طبقہ کو عربی زبان کی تدریس کا موقع ملا۔

میں چونکہ ریاض یونیورسٹی سے عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کے علاوہ عربی زبان کی تدریس کا کورس بھی مکمل کرچکا تھا، اس لئے الحمدللہ مجھے فہم قرآن کے موضوع کی تدریس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی اور وسیع سطح پر اس کام کے آغاز کا خیال دل میں پیدا ہوا۔''

چنانچہ اپنے اس خیال، تڑپ اور لگن کو عملی جامہ پہناتے ہوئے دسمبر ۱۹۹۵ء میں ڈاکٹر راشد رندھاوا کے ساتھ مل کر سول سیکرٹریٹ پنجاب سے متصل المسلمین بلڈنگ میں قرآن عربی کونسل کے آفس میں اس کی باقاعدہ کلاس کا آغاز کیا۔ پھر یہاں سے یہ کلاس ۹/ شاہراہ فاطمہ جناح روڈ پر واقع ایک بلڈنگ میں منتقل ہوگئی اور پھر وہاں سے اے جی آفس کے آڈیٹوریم ہال میں منتقل ہوگئی۔ ان تمام مقامات پر فی سبیل اللہ آپ باقاعدہ سادہ اور عام فہم زبان میں قرآن کا ترجمہ اور تشریح کرتے۔ کلاس میں عام افراد، اور کالجز یونیورسٹیز کے طلبا کے علاوہ بڑے بڑے سرکاری و غیر سرکاری افسران بھی قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

ان کے عام فہم انداز اور عمدہ اسلوبِ تعلیم کو انتہائی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اور کئی لوگوں نے جگہ مہیا کرکے ان سے فہم قرآن کورس شروع کرنے درخواست کی اور یوں فہم قرآن کی کلاسوں میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ اور اس طرح ابتدائی طور پر تین جگہوں سے اٹھنے والی قرآن کی اس آواز کی بازگشت پورے لاہور میں سنائی دینے لگی اور ثاقب صاحب کی طرز پر لاہور کے ۵۰ سے زائد مقامات پر قرآن کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس سے مختلف مکاتبِ فکر کے ہزاروں خواتین وحضرات نے استفادہ کیا۔ ان مختلف مقامات میں سے زیادہ مشہور ڈیفنس، ڈلی ہال، گلنار کالونی ملتان روڈ، جامع مسجد محمدی سمن آباد، ۲۳۵ بدر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، گرلز کالج وحدت روڈ، اقرا سنٹر چوبرجی، سید سکول گلشن راوی، اے جی آفس، محمدی مسجد راوی روڈ، اندرون لوہاری دروازہ، قائداعظم پبلک لائبریری باغِ جناح، گلبرگ اور ماڈل ٹاؤن کے علاوہ کئی دیگر مقامات پر قرآن کی اس تعلیم کا سلسلہ جاری تھا۔

ان میں سے بہت سے مقامات پر آپ خود لیکچر دیتے اور ترجمہ کی کلاس لیتے تھے۔ صبح سوا سات

www.KitaboSunnat.com

بجے سے لے کر ساڑھے ۹ بجے تک آڈیٹوریم ہال اے جی آفس میں فہم قرآن کی دو کلاسیں لیتے۔ جس میں درسِ حدیث کے علاوہ مطالعہ قرآن و حدیث اور ان کی لغوی تشریح کی بھی کلاس لیتے۔ اس کے بعد پنجاب سول سروس میں ایک کلاس لیتے۔ یہاں سے فراغت کے بعد لطیف پلازہ اچھرہ میں واقع مجلّہ فہم قرآن کے دفتر میں ادارتی خدمات انجام دیتے۔ پھر مغرب سے پہلے قائداعظم لائبریری باغِ جناح میں ترجمہ اور تیسیر القرآن کی کلاس پڑھاتے۔ نمازِ مغرب کے بعد ۹ پی گلبرگ میں کلاس لیتے۔ اس کے علاوہ آپ نے قرآن کی تعلیم پوری دنیا میں پھیلانے کے لئے ترجمہ اور تیسیر القرآن کا کیسٹوں پر مشتمل ایک آڈیو سیٹ ترتیب دیا اور پھر سینکڑوں کی تعداد میں یہ کیسٹیں اندرون اور بیرونِ ملک مقیم مسلمانوں تک پہنچائیں۔ اسی طرح لاہور کے متعدد مقامات کے علاوہ نہ صرف ملک کے دیگر شہروں میں بھی اس کورس کا آغاز ہوا بلکہ بیرونی ممالک امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا اور برطانیہ وغیرہ میں بھی یہ کورس باقاعدہ شروع ہوگیا۔

اس کے علاوہ فہم قرآن کا یہ کورس تین ماہ تک ریڈیو پاکستان پر بھی باقاعدہ نشر ہوتا رہا۔ جس سے ملک اور بیرونِ ملک کے ہزاروں مسلمانوں نے استفادہ کیا۔

ان کی اس سارے دن کی نورِ قرآنی کو پھیلانے کے لئے مسلسل تگ و تاز سے یہ اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ یہ اللہ کا بندہ اپنے جذبہ اور لگن میں کس قدر مخلص تھا۔ گویا اس نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ خدمت قرآن و سیرت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ انہوں نے فہم قرآن کی صورت ایک پودا لگایا۔ پھر انتہائی محنت اور لگن سے اس کی آبیاری کی اور اب وہ پودا ایک تناور درخت بن چکا تھا کہ ظالموں نے اس درخت کو جڑ سے اکھیڑنے کی کوشش کی لیکن ان کی یہ مذموم کوشش کبھی کامیاب نہیں ہوسکے گی۔ ان شاء اللہ

قرآن اللہ کا نور ہے اور اس نور کو روئے ارض پر پھیل کر رہنا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْكَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ پھونکیں مار مار کر اللہ کی روشنی کو بجھا دیں، حالانکہ اللہ یہ روشنی پوری کئے بغیر رہنے والا نہیں ہے، اگرچہ کافروں کو برا لگے۔'' (سورۃ الصّف)

تصنیفی و تالیفی خدمات

جناب پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب جہاں ایک کہنہ مشق مدرّس اور مفسر قرآن تھے، وہاں آپ ایک کامیاب قلمکار بھی تھے۔ آپ نے علامہ احسان الٰہی ظہیر کی مختلف فرقوں پر مشتمل عربی کتب البریلویة، الشیعة والسنة، القادیانیة وغیرہ کا سلیس اور رواں اُردو میں ترجمہ کیا۔ بعض ازاں جب انہوں نے ادارۂ فہم قرآن قائم کیا تو قرآن کی آواز کو مزید مؤثر بنانے کے لئے زبان کے ساتھ ساتھ قلم کا بھی سہارا لیا۔ اس کے لئے انہوں نے ترجمہ قرآن کو آسان بنانے کے لئے تیسیر القرآن ڈکشنری کے نام سے

www.KitaboSunnat.com

ایک کتاب لکھی۔ جس میں ہر لفظ کی لغوی، نحوی اور صرفی تشریح کے علاوہ اس کا اصطلاحی مفہوم بھی واضح کیا۔ پھر تیسیر القرآن لیکچرز کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں نحو وصرف کے بنیادی قواعد کو عام فہم انداز میں پیش کیا۔ بعدازاں ستمبر ۱۹۹۹ء میں مجلّہ فہم القرآن کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ کا اجرا کیا۔ جس کا اداریہ آپ خود لکھتے۔ اس کے علاوہ اس میں تیسیر القرآن لیکچرز، دروسِ حدیث، تیسیر القرآن ڈکشنری اور قرآن کی لغوی تشریح کے لئے لغـة القرآن کے عنوان سے ایک مستقل سلسلہ بھی شروع کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی موضوعات پر آپ لکھتے رہے۔ آپ تیسیر القرآن ڈکشنری، حروفِ تہجی کے اعتبار سے ایک لغت اور سورۂ توبہ تک قرآن کریم کا تحت اللفظ ترجمہ مکمل کر چکے تھے جو عنقریب چھپنے والا تھا۔

جامعہ رحمانیہ میں کام کے دوران 'محدث' میں بھی آپ کے بعض تراجم شائع ہوئے، اسی طرح دیگر رسائل میں شائع ہونے والے تراجم کی ایک فہرست مضمون کے آخر میں دے دی گئی ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی رکنیت

اس طرح پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب اپنی انتھک محنت، جہدِ مسلسل سے ایک انقلاب برپا کرنے کے سلسلہ میں اپنی بے لوث خدمات کی بنا پر ایک ممتاز مذہبی سکالر کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔ پھر انہیں اکتوبر ۲۰۰۰ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن منتخب کیا گیا۔ جس میں وہ اپنی ذمہ داری سے بخوبی عہدہ برآ ہوتے رہے۔ انہوں نے کونسل کے سامنے بھی فہم قرآن کے سلسلہ میں کئی تجاویز پیش کیں جن پر مناسب پیش رفت بھی ہوئی۔

دریں اثنا اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین جو خود بھی پاکستان میں عربی زبان کے کہنہ مشق استاد رہے ہیں، نے ان کی علمی استعداد، قرآن وسنت سے ان کے شغف سے متاثر ہوکر انہیں تعلیمی کمیٹی کا چیئرمین نامزد کردیا اور انہیں پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک اسلامیات کا جدید نصاب تشکیل دینے کی ذمہ داری سونپی۔ شنید ہے کہ وہ پہلی کلاس سے پانچویں کلاس تک کا نصاب مرتب کر چکے تھے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین جناب ڈاکٹر ایس ایم زمان صاحب نے ہمدرد ہال میں ان کی شہادت کے حوالہ سے ایک تعزیتی پروگرام میں ان کی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

ذاتی خصوصیات

مرحوم قدرت کی طرف سے بڑا اچھا ذہن لے کر پیدا ہوئے تھے۔ اپنی تعلیمی زندگی کے دوران ایک نمایاں طالب علم کی حیثیت سے ابھرے۔ جب عملی زندگی کا آغاز کیا تو پہلے ایک سیاستدان کی حیثیت سے پھر عربی زبان کے ایک کامیاب مدرّس کے طور پر مشہور ہوئے۔ مرحوم قرآن فہمی کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ اللہ نے انہیں فن تدریس سے بھی نوازا تھا۔ ان کی چند امتیازی خصوصیات کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

www.KitaboSunnat.com

قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کا جذبہ فراواں

مرحوم نے قرآن وسنت کے نور کو عام کرنے کا عزم کیا اور اس کے لئے اپنی تمام تر ذہنی وجسمانی صلاحیتیں صرف کردیں۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے اندر ایک انقلاب انگیز تبدیلی کی بنیاد رکھی۔ وہ اپنے اس جذبہ میں کس قدر پختہ اور مخلص تھے، اس کا اندازہ ان کے ان خیالات سے کیا جاسکتا ہے جس کا اظہار انہوں نے ایک سیمینار میں خطاب کرتے ہوئے کیا۔ فرمایا:

''ہم نے جو پہلے زندگی گزاری، وہ اپنی عمر کا ایک قیمتی حصہ تھا جو ضائع کرلیا۔ اب ہمیں قرآنِ حکیم کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا چاہئے۔''

تدریس قرآن کا منفرد اسلوب

آپ نے تدریس قرآن اور عربی زبان کی تعلیم کا اچھوتا، منفرد، سہل اور آسان فہم اسلوب اختیار کیا جس کی اس دور میں مثال کم ہی نظر آتی ہے۔ انہوں نے عربی گرامر کو اردو/انگریزی کی گرامر کی طرز پر آسان انداز سے پیش کیا۔ اور عربی اصطلاحات کا ترجمہ اردو اور انگلش گرامر کی اصطلاحات کی باہم مطابقت کے ساتھ بیان کرنے کا منفرد طرزِ تعلیم متعارف کرایا۔ ان کے اس طرزِ تعلیم کو تمام حلقوں میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اس کورس سے ہزاروں طلبا، وکلا، ججز، پروفیسر، سرکاری آفیسرز نے استفادہ کیا۔

ان کے ایک مداح جناب امین الرحمٰن ان کی شہادت پر اپنے ایک مضمون میں ان کے منفرد طرزِ تدریس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں ان کی کلاس میں ایک طالب علم کی حیثیت سے بیٹھا تو بلا مبالغہ میں نے قرآن کے اسباق کا اچھوتا اور انتہائی آسان فہم انداز، عربی اصطلاحات کا ترجمہ، اردو اور انگلش گرامر کی اصطلاحات سے مطابقت کے ساتھ بیان کرنے کا ایسا انوکھا اور پیارا اسلوب دیکھا کہ اس سے پہلے کہیں مشاہدہ نہ کیا تھا۔ بلکہ میں نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا فیصلہ کرلیا۔''

ان کی وسعتِ ظرفی اور رواداری

مرحوم اگرچہ ابتدا میں علمی طور پر دوسرے فرقوں سے چشمک کا شکار رہے لیکن 'رحمانیہ' میں ان کا قیام غیر شعوری طور پر اعتدال کی راہ دکھاتا رہا، آخر کار قرآنی عربی کی تدریس نے انہیں قرآن وسنت پر کاربند رہ کر فکری جمود اور فرقہ واریت سے کنارہ کشی کی صورت ہر معاملہ میں وسعت ظرفی اور رواداری پر مائل کرلیا تھا، لہٰذا وہ اب اس بات کے شدید متمنی رہتے کہ ملک میں وسعتِ ظرفی اور مذہبی رواداری کے جذبہ کو فروغ دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی شہادت سے چند روز قبل روزنامہ 'جنگ' کے تحت ہونیوالے ایک

www.KitaboSunnat.com

پروگرام (رواداری اور مذہبی ہم آہنگی، تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں) میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا تھا:

''جہاں تک خود مسلمانوں کے درمیان مذہبی رواداری کے سلسلے میں میری تجویز ہے کہ جب تک دینی مدارس میں ایک مخصوص فقہ کی بجائے مذاہبِ اربعہ کی فقہ کا تقابلی مطالعہ نہیں کروایا جائے گا، اس وقت تک وسعتِ ظرفی اور مذہبی رواداری کا جذبہ پروان نہیں چڑھے گا اور نہ ہی فکری جمود کا خاتمہ ہونا، ممکن ہو سکے گا۔ ہمارے مدارس میں تقابلی تعلیم کے اہتمام سے تعصب اور فکری جمود ختم نہیں ہو رہا۔ اسی طرح ائمہ اور خطباءِ مساجد کے لئے کوئی معیار مقرر کیا جانا ضروری ہے۔ کم از کم ان کے لئے یہ تو لازمی قرار دیا جائے کہ وہ قرآن کے ترجمہ سے آشنا ہوں جبکہ ان کی ۷۰ فیصد اکثریت قرآن مجید کے مکمل ترجمہ سے بھی واقف نہیں۔ دین ہماری متاع ہے اور ہم نے اسے مذہبی پیشواؤں کے سپرد کر رکھا ہے۔ اس کے سدباب کے لئے قانون سازی کی ضرورت ہے تاکہ تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کو فروغ حاصل ہو سکے۔''

ان کے یہ خیالات ان کی قرآنِ مجید سے والہانہ محبت وشیفتگی، ملتِ اسلامیہ کے اتحاد کے لئے فکری جمود کو ختم کرنے کے شدید جذبہ کا اعلیٰ مظہر ہیں۔

شہادت پر مذہبی اور سیاسی زعما کے تاثرات

ان کی شہادت کی خبر ملک کے تمام اخبارات میں شہ سرخیوں میں چھپی اور تمام مذہبی اور سیاسی طبقوں نے ان کی شہادت پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی شہادت کو ایک عظیم سانحہ، امت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان اور ان کے قتل کو ملک وملت کے لئے نہایت گہری سازش کا شاخسانہ قرار دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچائے۔

ندائے خلافت کے مدیر جناب حافظ عاکف سعید نے اپنے اداریہ میں ان کی شہادت پر گہرے غم کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ

''جناب عطاء الرحمٰن ثاقب جیسے جوان ہمت و جوان سال خادمِ قرآن وعربی زبان کی شہادت ایک بہت بڑا قومی سانحہ ہے۔ انہوں نے بطورِ معلم و مدرس عربی زبان اپنے کیریئر کا آغاز قریباً دس سال قبل محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے قائم کردہ کالج سے کیا تھا۔ یہ ان کی شخصی عظمت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ وہ برملا اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ عربی زبان کی تدریس کا یہ سہل انداز انہوں نے قرآن کالج سے ہی حاصل کیا تھا، بعد میں انہوں نے اسے تحریک کی شکل دے کر اپنی اُخروی کمائی میں بے پناہ اضافہ کا موجب بنایا۔ اس بات کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ یہ سانحہ ملک وقوم کے خلاف گہری سازش کا شاخسانہ ہو۔ قرآنِ حکیم اور اس کی زبان کی تدریس وترویج میں ہمہ تن مصروف ومنہمک ایک ایسے ایسے عالم دین کا قتل جو فرقہ وارانہ سرگرمیوں سے کوسوں دور ہو، خوف وہراس اور بے چینی کی اس فضا کو کئی گنا زیادہ آلودہ اور دبیز کرنے کا موجب

www.KitaboSunnat.com

ہے۔'' (ندائے خلافت: جلد۱۱، شمارہ ۱۱)

ان کے جنازہ کے موقع پر علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کے فرزند جناب حافظ ابتسام الٰہی نے کہا:

''پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب کلام اللہ کے صحیح عالم تھے، وہ آج بھی زندہ ہیں۔ ان شہادتوں سے کلام اللہ کو پھیلانے کا سفر رک نہیں سکتا۔''

جماعت الدعوۃ کے مرکزی رہنما جناب حافظ عبدالسلام بھٹوی نے کہا:

''مرحوم عطاء الرحمٰن ثاقب نے اپنی زندگی قرآن کی اشاعت کے لئے وقف کررکھی تھی اور وہ تمام حلقوں کی غیر متنازعہ شخصیت تھی۔''

ملت پارٹی کے سربراہ جناب فاروق احمد لغاری نے ان کی شہادت پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان جیسے عالم کا ہم سے بچھڑ جانا ایک بڑا سانحہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔

۵/اپریل ۲۰۰۲ء کو اسلامک فاؤنڈیشن پاکستان کے زیر اہتمام ہمدرد ہال میں پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب کی یاد میں ایک سیمینار منعقد ہوا۔ جس کی صدارت اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر ایس ایم زمان کررہے تھے۔ اس میں حافظ عبدالسلام بھٹوی، حافظ ابتسام الٰہی ظہیر، لیاقت بلوچ، میاں محمد جمیل، عبدالغفار روپڑی، پروفیسر مزمل احسن شیخ، رانا شفیق پسروری، قاضی عبدالقدیر خاموش، انجینئر سلیم اللہ، ڈاکٹر اجمل قادری، مولانا زبیر احمد ظہیر اور کئی دیگر زعما نے خطاب کرتے ہوئے ان کی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا۔

حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

''کفار کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ قرآن کی تعلیمات ہیں۔ پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب کی قرآن کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے خدمات انتہائی عظیم ہیں۔ انہوں نے ایسے دور میں جب شخصیت پرستی اور نعرے بازی کا دور عام ہوچکا ہے۔ انتہائی خاموشی سے قرآن سمجھنے اور سمجھانے کی تحریک برپا کررکھی تھی۔ جس کے نتیجے میں چراغ سے چراغ جلتا تھا اور یہ روشنی پھیلتی رہی۔''

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین جناب ڈاکٹر ایس ایم زمان نے ان کی خدمات کو سراہا اور کہا

''پروفیسر عطاء الرحمٰن ثاقب، حنفی، شافعی، سلفی، سنی سے قطع نظر صرف اور صرف معلم قرآن تھے۔ مجھے انکے ساتھ تقریباً دو سال گزارنے کا موقع ملا۔ میں نے دیکھا کہ اسلامی نظریاتی کونسل میں جو مسئلہ بھی پیش ہوا، انہوں نے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ انکی شہادت کا غم پوری امتِ مسلمہ کا غم ہے''

مرحوم کے تلامذہ

مرحوم نے سات سال قبل اپنی فہم قرآن تحریک کا آغاز کیا اور اب تک لاہور میں بیسیوں مراکز کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی فہم قرآن کورسز کا آغاز کیا جاچکا تھا جو اب تک جاری ہے اور اس سات سال کے عرصہ کے دوران آپ کے شاگردوں کی تعداد ۹ ہزار سے تجاوز کرچکی تھی جنہیں آپ نے قرآنی

www.KitaboSunnat.com

تعلیمات سے روشناس کروایا۔

شہادت

ان کے ایک عقیدت مند شاگرد قاری عبدالحفیظ کا بیان ہے کہ

''پروفیسر ثاقب بڑے متقی اور تہجد گزار انسان تھے۔ ۱۹/ مارچ ۲۰۰۲ء بروز منگل شہادت کے دن بھی آپ نے حسبِ معمول تہجد ادا کی اور نمازِ فجر سے لے کر ۶:۳۰ تک اوراد و وظائف میں مشغول رہے۔ پھر ناشتہ کیا، سات بجے گھر سے نکلے، اور سات بج کر بیس منٹ پر اے جی آفس کے اندرونی دروازے پر پہنچے۔ ابھی گاڑی سے اتر کر چند قدم بھی نہ چل پائے تھے کہ وہاں پر موجود دو سفاک درندوں نے قرآن کے اس مبلغ پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ گولیاں آپ کے سر میں لگیں اور آپ موقع پر ہی جام شہادت نوش کر گئے۔ اس کے بعد ان درندوں نے آپ کے ڈرائیور شیراز پر گولیاں برسا کر انہیں بھی موت کی نیند سلا دیا۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون!

اس کے بعد آپ کو ہسپتال لے جایا گیا۔ وہاں سے آپ کا جسد خاکی گلشن راوی آپ کے سسرال منتقل ہوا۔ آپ کی شہادت کی خبر ریڈیو پر نشر کی گئی۔ شہادت کی خبر پھیلتے ہی تمام حلقوں میں غم واندوہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ۳:۳۰ پر آپ کو غسل دیا گیا اور ابھی تک آپ کے جسم سے خون بہہ رہا تھا اور چہرے پر پرسکون مسکراہٹ تھی۔ جنازہ کے لئے ناصر باغ کا چناؤ کیا گیا اور ۵ بجے کا وقت مقرر ہوا۔ لوگ چار بجے سے ناصر باغ میں جمع ہونا شروع ہوگئے۔ جنازہ کے وقت دور دور تک لوگوں کے سر ہی سر دکھائی دیتے تھے۔ میں نے ہر آنکھ کو آشکبار دیکھا۔

شام ۵:۱۵ پر علامہ شہید کے فرزند حافظ ابتسام الٰہی ظہیر نے ۵ منٹ کے لئے مرحوم کے متعلق گفتگو کی اور اس کے بعد انتہائی رقت آمیز انداز میں نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ان کے علمی مربی حافظ عبدالرحمٰن مدنی اس حادثہ فاجعہ کے وقت سوڈان کے دورہ پر تھے، جہاں بذریعہ ٹیلی فون انہیں اطلاع دی گئی لیکن وہ جنازہ میں شرکت نہ کرسکے۔ جنازہ میں جن دیگر نامور شخصیات نے شرکت کی، ان میں مرکزی جمعیت کے امیر پروفیسر ساجد میر، جماعۃ الدعوۃ کے رہنما حافظ عبدالسلام بھٹوی، میاں محمد جمیل، حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا عبدالسلام فتح پوری، حافظ عبدالرزاق، مولانا زبیر احمد ظہیر، جامعہ رحمانیہ کے ناظم محمد شفیق مدنی، قاری ابراہیم میر محمدی، محدث کے مدیر حافظ حسن مدنی، جماعت اسلامی کے مرکزی رہنما لیاقت بلوچ، حافظ ادریس احمد، ڈاکٹر راشد رندھاوا، ضلعی ناظم میاں عامر محمود، صوبائی مشیر مولانا طاہر محمود اشرفی، صوبائی وزیر صحت پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد سمیت مختلف مکاتبِ فکر کے ہزاروں افراد شامل تھے۔

بعد ازاں مرحوم کی میت فیصل آباد لے جائی گئی اور رات دس بجے علامہ اقبال کالونی ٹینکی والی مسجد میں دوسری مرتبہ آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ جس کی امامت جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز

www.KitaboSunnat.com

علوی نے کروائی۔ جس میں جامعہ سلفیہ، جامعہ دارالقرآن، جامعہ تعلیمات کے اساتذہ وطلبا کے علاوہ علاقہ کی سینکڑوں معروف شخصیات نے شرکت کی۔ اس کے بعد میت آپکے آبائی گاؤں چک ۴۷۴ گ ب سمندری فیصل آباد میں لے جائی گئی۔ اور اگلے دن صبح ۸:۱۰ بجے آپ کے بہنوئی مولانا عبدالتواب کی امامت میں تیسری مرتبہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے اساتذہ وطلبا کے علاوہ علاقہ کے بے شمار لوگ شریک ہوئے اور گاؤں کی تاریخ میں یہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔ اس کے بعد ۹:۰۰ بجے آپ کی میت کو لحد میں اتارا گیا۔ اس طرح یہ مبلغ قرآن شہر خموشاں میں ابدی نیند سو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

زندگانی تھی مہتاب سے تابندہ تر　　خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثل ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا　　نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آپ نے دو بیویاں اور تین بچے (ایک لڑکی دو لڑکے) اپنے پیچھے سوگوار چھوڑے۔ اللہ ربّ العزت آپ کے اہل وعیال کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے مشن کو تا قیامت جاری رکھے۔ آمین!

جناب عطاء الرحمٰن ثاقب کے مضامین ومقالات

ماھنامہ 'محدث' لاھور

ابراہیم شقرہ، محمد	نبی اکرم ﷺ کا اندازِ تربیت	جلد۱۳ عدد۱	۱۰ تا ۱۳
ابن تیمیہؒ، شیخ الاسلام	نصیری فرقے کا تعارف	جلد۱۲ عدد۱۱	۲۱ تا ۳۴
فقہی اختلافات کی اصلیت از شاہ ولی اللہؒ [مترجم: مولانا عبیداللہ بن خوشی محمد]		جلد۱۲ عدد۳	[تبصرہ نگار] ۴۷

ماھنامہ 'ترجمان الحدیث' لاھور

عطاء الرحمٰن ثاقبؒ	جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی!	فروری ۸۳ء	۳ تا ۷

ماھنامہ 'ترجمان السنۃ' لاھور

احسان الٰہی ظہیرؒ	تصوف ۱۲/اقساط میں [مترجم: عطاء الرحمٰن ثاقبؒ]	دسمبر ۸۹ء تا اگست ۹۲ء
احسان الٰہی ظہیرؒ	شیعہ اور اہل سنت [مترجم: عطاء الرحمٰن ثاقبؒ]	دسمبر ۸۹ء
عطاء الرحمٰن ثاقبؒ	اسلامی انقلاب اور توحید	اکتوبر ۱۹۹۰ء
عطاء الرحمٰن ثاقبؒ	شریعت بل کے متعلق چند گذارشات	مئی ۱۹۹۱ء
عطاء الرحمٰن ثاقبؒ	شریعت بل، متن، تبصرہ، جائزہ	جون ۱۹۹۰ء
عطاء الرحمٰن ثاقبؒ	شیعہ اور عقیدہ ختم نبوت (۲/اقساط)	جنوری، فروری ۱۹۹۰ء
عطاء الرحمٰن ثاقبؒ	علامہ احسان شہیدؒ اور فرقِ باطلہ	مارچ ۱۹۹۱ء
عطاء الرحمٰن ثاقبؒ	علامہ احسان شہیدؒ کی یاد میں!	مارچ ۱۹۹۱ء
عطاء الرحمٰن ثاقبؒ	غلام حیدر وائیں کا قتل.....ایک وضاحت	اکتوبر ۱۹۹۳ء

www.KitaboSunnat.com

CPL No. 177 Vol: 34 No: 5

MONTHLY
MUHADDIS
LAHORE

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں..... لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں..... لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے..... لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے..... لیکن

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے..... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

..... اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

محدث

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، إن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فی شمارہ: ۲۰ روپے زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
99-J, Model Town, Lahore-54700. Phones: 5866476, 5866396